دَارُالبَرَکَة
لِلنَّشْرِ وَالطَّبَاعَةِ

مصنف

حضرت علامہ حافظ بلال قادری

دَارُالبَرَکَة
لِلنَّشرِ وَالطَّبَاعَةِ
شاہراہِ لیاقت، پاکستان چوک، کراچی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : سفر نامۂ بغداد

تصنیف : حضرت علامہ حافظ بلال قادری

ترتیب و تدوین : محمد انس رضا قادری عفی عنہ

پروف ریڈنگ : علامہ حافظ محمد محسن قادری

سنِ اشاعت : دسمبر 2018ء، ربیع الآخر1440ھ

ناشر : دار البرکۃ للنشر و الطباعۃ

شاہراہِ لیاقت، پاکستان چوک، کراچی، پاکستان

فون نمبر : 03328205566

واٹس اپ : 03122060240, 03112813567

ای میل : arulbarakah12@gmail.com

فیس بک : /DarulBarakah12

قیمت : 150روپے **NET**

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس سعی کو

اپنے پیر و مرشد، پیر طریقت، رہبر شریعت، مردِ مومن مردِ حق،

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی نوری رحمۃ اللہ علیہ

کی بارگاہ میں نذر کرتا ہے کہ آپ نے مجھ حقیر کو اپنے دامن سے وابستہ

کر کے **سرکار غوث اعظم** رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں شامل کیا۔

ترابِ درگاہِ شاہ تراب

حافظ محمد بلال قادری عفی عنہ

فہرستِ مضامین

حدیث دل

سفر انسانی زندگی کا اہم جزو ہے، تخلیقِ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک بلکہ اس دنیا کے فنا ہونے تک یہ ناختم ہونے والا سلسلہ ہے، لیکن اغراض اور نیتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے سفر کی نوعیت اور اس کی حیثیت بھی مختلف ہو جاتی ہے جس پر حدیثِ نیت کے یہ کلمات **فھجرته الی ما ھاجر الیه** دلالت کر رہے ہیں، اگر سفر میں نیت و قصد نیک ہو تو بارگاہِ ایزدی سے ثواب بھی ملتا ہے اور یہی سفر انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم کے بارگاہوں کی طرف ہو تو رحمتوں برکتوں کا نزول ہوتا ہے اور مصائب و آلام بھی دور ہوتے ہیں، خاص کر بارگاہِ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے لیے سفر ہو تو آخرت میں شفاعت کا سبب بن جاتا ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے،

من زار قبری وجبت لی شفاعتی (دار قطنی)

جس نے میرے مزار شریف کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

صالحین کے مزارات کی زیارت کے لیے سفر کرنا طریقہ مسنونہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء امیر طیبہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر تشریف لے جایا کرتے تھے، یہی معمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی رہا ہے، نیز اسلاف بھی اسی راہ پر گامزن رہے ہیں، آج تک مسلمانانِ عالم کے معمولات میں اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔

ادبی دنیا میں اپنی سفری یاداشتوں کو قلمبند کرنا ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے، یہ کتاب جو کہ ایک سفر نامہ ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں حضرت علامہ حافظ محمد بلال قادری مد ظلہ العالی کے زیاراتِ مزاراتِ عراق کے سفر کی روداد ہے، یہ سفر آپ نے دسمبر ۲۰۱۷، ربیع الآخر کے مہینہ میں کیا تھا۔ آج سے کئی ماہ قبل آپ نے اپنی مصروفیات کے سبب اسے **دار البرکۃ** کے تحت ترتیب دینے کا حکم دیا، اور یوں یہ کام میرے حصہ میں آگیا، اس وقت میں حافظ ایوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **ختم نبوت** پر کام کر رہا تھا، اس کی تکمیل کے بعد کتاب **العلم و العلوم** پر کام شروع کیا جو رمضان المبارک میں تکمیل کو پہنچا، پھر نجی و تعلیمی مصروفیات نے گھیر اتنگ کر دیا اور سفر نامہ کا کام تکمیل تک پہنچنے میں بہت تاخیر کا شکار ہو گیا، جس کے لیے میں علامہ حافظ بلال قادی صاحب سے معذرت خواہ ہوں، نیز ان کے شاگرد محمد حسان سے بھی جو اس سلسلہ میں مجھ سے زیادہ رابطہ میں رہے اور سفر نامہ کی جلد اشاعت کے لیے بہت بے چین رہے۔

اس سفر نامہ کو ترتیب دے کر مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ بندہ اپنا سفر نامہ خود جس انداز سے ترتیب دے سکتا ہے وہ غیر کے لیے مثلِ ناممکن ہے، خاص کر اس شخص کے لیے جس نے ان مقامات کو کبھی نہیں دیکھا ہو جن کا سفر نامہ میں ذکر ہے، یہاں کچھ ایسا ہی ہے، ناچیز نے ان مقامات مقدسہ کا جن کا اس سفر نامہ میں ذکر ہے عینی مشاہدہ نہیں کیا، جس وجہ سے اسے ترتیب دینے میں کافی دشواری رہی۔

اللہ تعالی کے فضل سے یہ کام تکمیل کو پہنچا، جس کی سب خوبیاں پروردگار کی کرم نوازی

کے صدقہ ہیں اور سب خامیاں فقیر کی کوتاہیوں کی وجہ سے ہیں، اس سفر نامہ میں ترتیبِ سفر کا لحاظ رکھا گیا ہے جو کہ سفر نامہ کا ایک اہم جزو ہوتا ہے، کسی شہر یا مقام کی تاریخی حیثیت حتی المقدور ذکر کی گئی ہے، بعض مقامات کی تاریخی حیثیت، یا ان کی تقدیس مشکوک ہے تو وہاں "کہا جاتا ہے" یا "مشہور ہے" لکھا گیا ہے۔

بزرگان دین کے حالات مختلف کتب سے ماخوذ ہیں، جیسے کشف المحجوب، رسالۂ قشیریہ، بہجۃ الاسرار، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، تاریخ بغداد وغیرہ، نیز "مؤسوعہ ضیائی اعلام" سے بھی کثیر معاونت لی گئی ہے جو کہ اہل سنت کے اشاعتی ادارہ "انجمن ضیائے طیبہ" کا شاندار کارنامہ ہے۔

ربِ جلیل میری اس ناقص سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور بزرگانِ دین کے فیوضات وبرکات سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

خاکِ پائے علمائے اہلسنت

محمد انس رضا قادری

مؤسس دار البرکۃ

منقبتِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ

از قلم: علامہ حافظ محمد بلال قادری

طیبہ سے لوٹ کر اب بغداد کو ہے جانا
دربارِ غوثِ اعظم اب ہے میرا ٹھکانہ

دربارِ مصطفی سے پیغام مل گیا ہے
چہرا خوشی سے میرا یکدم ہی کھل گیا ہے
دربار تو ہے تیرا، تیرے جد کا ہے بلانا

یہ رضا نے ہے سکھایا، جو ہے نعت "واہ کیا" میں
تو دے غوث کا وسیلہ آقا کی بارگاہ میں
تیری ٹھوکروں میں منزل، تیرے ساتھ ہے زمانہ

میں تو دیکھنے چلا ہوں بغداد کے اجالے
"حسان" کو کیا ہے سرکار کے حوالے
دنیا کی ہر نظر سے مولا اسے بچانا

ہے مزارِ بوحنیفہ، یہ ہیں امامِ اعظم
مولا علی کا روضہ دامادِ شاہِ عالم
اور کربلا جہاں پہ ہے رسول کا گھرانہ

یہاں سری سقطی، کرخی و جنید میری قسمت
روحانیت کا مرکز، یہ ہے درِ اجابت
ان صوفیاء کے صدقے مجھے نیک تو بنانا

کیسی یہ بارگاہ ہے، کتنے ولی کھڑے ہیں
کیا ان کے مرتبے ہیں، بے شک بہت بڑے ہیں
ولیوں میں بٹ رہا ہے میراں تیرا خزانہ

ہے میری یہ تمنا سرکارِ غوثِ اعظم
ہر سال دیکھوں طیبہ میں درِ رسولِ اکرم
ہاں لگا رہے یہاں پر بھی ہمارا آنا جانا

دیکھوں دیار تیرا یہی آرزو تھی میری
بن جائیں کام میرے، جو اک نظر ہو تیری
داتا پیا کے صدقے ہو قبول میرا آنا

یہ منقبت ہوئی ہے تیرے قدموں میں مکمل
جب سے یہ مژدہ پایا لکھتا رہا مسلسل
چلتا رہا کراچی سے میرا گنگنانہ

نسبت سے تیری میراں یہ بلآل "قادری" ہے
یہ کھڑا ہے تیرے در پر کیسی حسین گھڑی ہے
ہر سال اس کی قسمت میں لکھا ہو آنا جانا

آغازِ سفر

زندگی میں ایک بار پھر سرزمینِ عراق پر حاضر ہونے کا ارادہ کیا، یوں تو یہ عراقِ معلّٰی خصوصاً بغداد شریف کی طرف چوتھا سفر تھا، مگر عرسِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے موقع پر یہ مسلسل تیسری حاضری ہے، گذشتہ چند سالوں سے برِّ صغیر پاک و ہند سے زائرین بڑی تعداد میں قافلہ در قافلہ بڑی گیارہویں شریف میں عرسِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کو عقیدت و احترام سے منانے کے لیے بغداد شریف کی طرف روانہ ہوتے نظر آرہے ہیں، **بِحمد اللہ** رواں سال ایک بار پھر غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نظرِ عنایت سے میرا شمار عازمین نجف، کربلا و بغداد میں ہوا اور ان مقدس ہستیوں کی بارگاہ میں حاضری کا شرف ملا، ہمارا قافلہ اسّی (۸۰) خوش نصیب عاشقان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل تھا۔

پاکستانی اعتبار سے ۵ ربیع الآخر کی شب تھی جبکہ عراق میں ۶ ربیع الآخر کی شب شروع ہوچکی تھی، عیسوی کیلنڈر کے اعتبار سے رات ۱۲ بجے ۲۴ دسمبر ۲۰۱۷، اتوار کا آغاز ہوچکا تھا، میں اپنے گھر سے زادِ راہ لے کر روانہ ہوا، کچھ لمحوں میں ائیرپورٹ پہنچا، قافلہ کے سبھی شرکاء پہنچ چکے تھے، اطلاع ملی کہ فلائٹ کچھ تاخیر سے روانہ ہوگی، تقریباً رات ۴ بجے طیارہ نے پرواز بھری، طیارہ چونکہ چھوٹا تھا اور اکثر نشستوں پر عشاقانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہی بیٹھے تھے، ہم نے قصیدہ بردہ شریف کا ورد کیا اور نعت خوانی کی یوں اس بار ہم نے فضا میں بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

محفل سجائی، دبئی ایئرپورٹ پہنچے، وہاں کچھ دیر وقوف کیا اور نماز فجر ادا کی پھر ہمارا قافلہ سرزمین عراق کی طرف روانہ ہوا۔

مملکتِ عراق:

مملکت عراق کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی اس دنیا کی تاریخ پرانی ہے، کئی انبیائے کرام علیہم السلام کی ولادت اسی ملک میں ہوئی یا ان کا مسکن یہ ملک بنا یعنی طلوع اسلام سے پہلے بھی عراق ایک خاص اہمیت کا حامل تھا، ہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کے بعد اس سرزمین کی اہمیت میں چار چاند لگ گئے کیونکہ دو مرتبہ اس کے دو مختلف خطے کوفہ اور بغداد اسلامی خلافت کے دارالخلافہ رہ چکے ہیں (کوفہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اور بغداد خلافت عباسیہ کے وقت)۔ اسی طرح عراق ہی دنیا کے ان چند ممالک میں شمار ہوتا ہے جس کے اپنے شہروں، گلی کوچوں کی ایک قدیم اور طویل تاریخ ہے چاہے وہ بغداد ہو یا کوفہ، نجف اشرف ہو یا کربلا، بصرہ ہو یا مسیب، اعظمیہ ہو یا کاظمیہ بہرحال سب کی اپنی اپنی تاریخی حیثیت ہے۔

ترتیبِ سفر:

ہمارا سفر کچھ یوں ترتیب پایا کہ پہلے نجفِ اشرف میں حضور مولی علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہونگے پھر براستہ کوفہ، حلہ و بابِل ہم بغداد شریف کی طرف روانہ ہونگے، واپسی میں براستہ کربلا معلی، امام عالی مقام اور شہداء کربلا رضی اللہ عنہم کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے دوبارہ نجف اشرف آئیں گے اور یہیں سے وطن واپسی ہوگی، کوفہ، مسیّب، حلّہ، بابل، کفل، طفلانِ مسلم وغیرہ یہ ایسے علاقے ہیں جو نجفِ اشرف، کربلا معلّٰی اور بغداد شریف کے راستوں میں

آتے ہیں، ان علاقوں میں بھی کئی بزرگان دین کے مزارات اور مقدس مقامات ہیں۔

نجفِ اشرف:

نجف عراق کا ایک مشہور شہر ہے جو حضور سیدنا مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کی وجہ سے مشہور ہے، یہ بغداد شریف سے ۱۶۰ کلومیٹر دور ہے، یہ قدیم ساسانی شہر سورستان کے قریب تھا، طلوعِ اسلام کے بعد عباسی خلیفہ ہارون رشید نے اس کی نئے سرے سے تعمیر کی۔

بروز اتوار بوقت ظہر نجفِ اشرف میں ہمارے طیارہ نے لینڈنگ کی، ہم اللہ کے فضل سے خیریت سے نجفِ اشرف پہنچ گئے، نمازِ ظہر باجماعت ایئرپورٹ پر ادا کی، وہاں رافضیوں کی کثرت ہے اور ان کی نماز کا انداز مختلف ہے، اس لیے وہاں موجود لوگ ہماری نماز کے انداز کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے، کچھ دیر بعد ایئرپورٹ کے معاملات سے فارغ ہوئے اور ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے، نماز عصر ہوٹل پہنچ کر ادا کی، کھانا تناول کیا اور زائرین نے آرام کیا، سفر چونکہ نام ہی مشقت کا ہے اسی وجہ سے تمام زائرین کافی تھک چکے تھے، لیکن جذبۂ عقیدت و محبت نے سب کی تھکن کو بھلا دیا اور سبھی بے چینی سے منتظر تھے کہ کب ہم بارگاہ مشکل کشا رضی اللہ عنہ میں حاضر ہونگے۔

نمازِ مغرب ادا کی گئی اس کے بعد تعارفی نشست منعقد ہوئی جس میں مزارات پر حاضری کے آداب اور صاحبِ مزار حضور سیدنا مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی مختصر سیرت بیان کرنے کی سعادت فقیر کو حاصل ہوئی نیز آگے کا جدول بھی بتادیا گیا، دورانِ بیان کئی آنکھیں اشک بار تھیں، بحمد اللہ پہلے دن سے ہی سفر کی روحانیت محسوس ہونے لگی۔

مزارات پر حاضری کا طریقہ:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ مزارات پر حاضری کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی قدموں کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باادب سلام عرض کرے **السلام علیک یا سیدی و رحمتہ اللہ و برکاتہ**، پھر درود غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورہ اخلاص سات بار، پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورہ یٰس اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرات پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کی نذر پہنچا، پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو، اس کے لئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اسی طرح سلام کرکے واپس آئے، مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے (ادب اسی میں ہے) اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ (فتاوی رضویہ)

مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ

والد نے آپ کا نام علی اور والدہ ماجدہ نے حیدر رکھا، آپ کی کنیت: ابوالحسن اور ابو تراب ہے، آپ ۱۳ رجب بروز جمعہ، عام الفیل کے ۳۰ سال بعد خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے، آپ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، بچپن سے ہی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ تربیت رہے، آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میرے لختِ جگر علی المرتضی رضی اللہ عنہ پیدا

ہوئے تو رسولِ اکرم ﷺ نے آپ کے منہ میں لعابِ دہن ڈالا اور اور اپنی "**ما ینطق عن الھوی**" والی زبان چوسنے کے لئے دی، آپ حضور ﷺ کی زبان چوستے ہوئے نیند کی آغوش میں چلے گئے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ رسولِ اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس کو چوستے رہے اور غذا حاصل کرتے رہے۔(السیرۃ الحلبیہ)

اس بات پر اجماع ہے کہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنیوالے آپ ہی ہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ دعوت اسلام کے ہر مرحلے اور آزمائش میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے، حضور ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو آپ ہی تھے جنہیں حضور ﷺ نے اپنے بستر مبارک پر سلایا تھا، ۲ھ میں حضور ﷺ نے انھیں اپنی دامادی کا شرف بخشا، ہجرتِ مدینہ کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات (بدر، اُحد، خندق، بنی قریظہ اور حنین، خیبر وغیرہ سوائے تبوک کے) میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے، خصوصاً خیبر کا قلعہ آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوا، علاوہ ازیں متعدد سرایا میں آپ کو کمانڈر بنا کر بھیجا گیا، جنہیں آپ نے کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچایا، حضور ﷺ کے وصال کے بعد ان کے غسل اور تجہیز و تکفین کی سعادت میں بھی آپ شریک تھے، غرض آغازِ بعثت سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے دست و بازو بنے رہے، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں آپ مجلسِ شوریٰ کے رکن تھے، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو آپ کے مفید مشوروں پر بڑا اعتماد تھا۔

زبانِ رسالت مآب ﷺ سے آپ کو **انا مدینته العلم وعلی بابھا** (میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے) کی سند ملی تھی، آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی

نہیں ہے جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں اور کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی، فقہ میں آپ کی ذاتِ گرامی صحابہ کرام کا مرجع تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود مجتہد اور فقیہ تھے، لیکن آپ سے بھی استفادہ کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کے فتاویٰ اور مروی اسناد پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، آپ سے استفادہ فرماتے تھے، تصوف کا سرچشمہ بھی آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے، صوفیاء کے تمام بڑے سلاسل حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے آپ تک پہنچتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بیان کریں، اس کے جواب میں انہوں نے جو تقریر کی وہ سیرتِ مرتضوی پر ایک جامع تبصرہ ہے، انھوں نے کہا: "حضرت علی رضی اللہ عنہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے، فیصلہ کن بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلہ کرتے تھے، ان کے ہر سمت سے علم پھوٹتا اور حکمت ٹپکتی تھی، دنیا اور اس کی دلفریبیوں سے وحشت کرتے تھے، رات کی تاریکی واندھیرے سے محبت کرتے تھے، عبرت پذیر اور بہت غور و فکر کرنے والے تھے، معمولی لباس اور جَو کا کھانا پسند کرتے، ہم میں ہم ہی لوگوں کی طرح رہتے، دینداروں کی تعظیم کرتے، غریبوں کو مقرب بناتے، بعض مواقع پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات گزر رہی ہے، ستارے جھلملا رہے ہیں اور وہ اپنی داڑھی مٹھی میں دبائے ایک بے قرار اور غم رسیدہ انسان کی طرح اشکبار کہہ رہے ہیں: اے دنیا! کسی اور کو فریب دے تو مجھ سے لگاو کر رہی ہے، میری مشتاق ہے، افسوس، افسوس میں نے تجے تین طلاقیں دیں، تیری عمر تھوڑی اور تیرا مقصد حقیر ہے، ہائے ہائے، سفر طویل، راستہ وحشت ناک اور زادِ سفر تھوڑا ہے" دورانِ تقریر حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بارش کے قطروں کی طرح ٹپک رہے تھے، فرما رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بھی بڑھ کر شان کے مالک ہیں، اور پھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو انعامات سے نوازا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں جو محبت تھی مذکورہ واقعہ سے اسکا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (عیون الحکایات)

آپ فرماتے ہیں: قسم اس کی جس نے دانے کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ علی تم سے محبت مومن ہی کرے گا اور بغض منافق ہی رکھے گا۔ (مسلم)

آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں، پھر فرمایا: **لایجتمع حبی وبغض ابی بکر وعمر فی قلب مؤمن** (میری محبت اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کا بغض کسی مؤمن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔ (طبرانی)

آپ ۴سال ۸ ماہ نو دن تک مسندِ خلافت پر رونق افروز رہے، ۱۷ یا ۱۹ رمضان المبارک کو عبد الرحمن بن ملجم کے قاتلانہ حملے سے شدید زخمی ہو گئے، بروز اتوار ۲۱ رمضان ۴۰ھ، کی رات جامِ شہادت نوش کیا، آپ کی نماز جنازہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت:

جلوس کی شکل میں نعرے لگاتے، مناقب پڑھتے مولی علی رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارکہ پر پہنچے، نمازِ عشاء باجماعت مزار کے احاطہ میں ادا کی پھر مزار پر انوار پر اجتماعی حاضری دی، اگرچہ تھکن کے باعث سب پر نیند کا غلبہ تھا مگر حاضری کی پُر سوز کیفیت نے ساری تھکن کو دور کر دیا، اور کیوں نہ ہو کہ،

اہلِ نظر کی آنکھ کا تارا علی علی
اہلِ وفا کے دل کا سہارا علی علی
رحمت نے لے لیا مجھے آغوشِ نور میں
میں نے کبھی جو رو کے پکارا علی علی
اِک کیف اک سرور سا رہتا ہے رات دن
جب سے ہوا ہے ورد ہمارا علی علی
دنیا میں سب سے عالی گھرانے کے نور ہو
اس واسطے ہے نام تمہارا علی علی
اعظم یہ مغفرت کی سند ہے ہمارے پاس
ہم ہیں علی کے اور ہمارا علی علی

حاضری کے بعد جلد ہی رہائشگاہ واپس آگئے، کہ صبح نمازِ فجر کے بعد دیگر زیارات کے لیے روانہ ہونا تھا۔

۷ ربیع الآخر، ۲۵ دسمبر ۲۰۱۷، بروز پیر

وادی السلام (قبرستان)

نمازِ فجر، وظائف اور دیگر روزمرہ کے معمولات سے فراغت کے بعد ہم نے دوبارہ سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور دربار سے قریب ہی موجود "وادی السلام" (قبرستان) کی طرف روانہ ہوئے، مشہور ہے کہ وہاں سیّدنا ہود علیہ السلام اور سیّدنا صالح علیہ السلام کے مزارات ہیں۔

یاد رہے! کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ و اولیاء رضی اللہ عنہم کے مزارات سے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک ہی ہستی کے متعدد مزارات مختلف مقامات پر ملتے ہیں، ان دونوں نبیوں کے مزارات کے حوالے سے بھی مختلف مقامات بیان کیے جاتے ہیں، بہر کیف ہم نسبتوں کے متلاشی ہیں، لہذا اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم قبرستان کی طرف روانہ ہوئے، راہ چلتے ہوئے ایسا محسوس ہوا کہ کئی قبروں کو مسمار کر کے راستے کو مزید چوڑا کر دیا گیا ہے، چونکہ اُن دونوں ہستیوں کے مزارات قبرستان کے درمیان میں تھے؛ لہذا ہم احتیاط کا دامن تھامے کنارے کی جانب ایک مخصوص پٹی پر چلتے ہوئے وہاں پہنچے، سب سے پہلے قبرستان میں جانے کی دعا پڑھی، مزار کے باہر فقیر نے ان دو نبیوں کی سیرت کے چند گوشوں کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کی پھر درودِ پاک پڑھتے ہوئے مزار شریف میں داخل ہوئے، فاتحہ خوانی اور اجتماعی دعا کی۔

حضرت سیّدنا ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام عاد قبیلہ سے ہیں، اس قبیلہ کو عاد اولیٰ اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم قومِ ثمود کو عاد ثانیہ کہا جاتا ہے، یہ دونوں قومیں حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص عاد کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے عاد کہلاتی ہیں، حضرت ہود علیہ السلام کا نسب ساتویں پشت میں حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے، آپ حضرت نوح علیہ السلام کے آٹھ سو سال بعد تشریف لائے اور چار سو چونسٹھ (۴۶۴) سال اس دنیا میں ظاہری حیات میں رہے اور پھر اس دنیا فانی سے رحلت فرمائی، قرآن مجید میں سورۃ الاعراف، سورۃ ھود اور سورۃ الشعراء میں آپ کا ذکر موجود ہے۔

قوم عاد کے تیرہ خاندان تھے، عمان سے لے کر حضر موت اور یمن تک ان کی بستیاں تھیں، ان کی زمینیں بڑی سرسبز و شاداب تھیں، ہر قسم کے باغات تھے، رہنے کے لئے بڑے بڑے محلات بناتے تھے، بڑے قد آور قوی الجثہ تھے، اپنی قوت و شوکت کے نشہ میں بدمست ہو کر کہتے تھے، کون ہے ہم سے زیادہ قوت والا؟

آپ نے اپنی قوم کو بت پرستی کو چھوڑ کر توحید اختیار کرنے اور ظلم و جبر چھوڑ کر عدل و انصاف اختیار کرنے کی تلقین فرمائی، مگر یہ لوگ اپنی دولت و قوت کے نشہ میں سرشار تھے، بات نہ مانی جس کے نتیجہ میں ان پر پہلا عذاب تو یہ آیا کہ تین سال تک مسلسل بارش بند ہو گئی، ان کی زمینیں خشک ریگستانی صحرا بن گئیں، یہاں تک کہ لوگ اناج کے دانے دانے کو ترس گئے، مگر اس پر بھی یہ لوگ شرک و بت پرستی سے باز نہ آئے تو ناگہاں ان پر ایک آندھی آئی جو اتنی شدید تھی کہ اونٹوں کو مع ان کے سوار کے اڑا کر کہیں سے کہیں پھینک دیتی تھی، پھر اتنی زور دار ہو گئی کہ درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر اڑا لے جانے لگی، یہ دیکھ کر قوم عاد کے لوگوں نے اپنے سنگین محلوں میں داخل ہو کر دروازوں کو بند کر لیا مگر آندھی کے جھونکے نہ صرف دروازوں کو اکھاڑ کر لے گئے بلکہ پوری عمارتوں کو جھنجھوڑ کر ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی، سات رات اور آٹھ دن مسلسل یہ آندھی چلتی رہی یہاں تک کہ قوم عاد کا ایک ایک آدمی مر کر فنا ہو گیااور اس قوم کا ایک بچہ بھی باقی نہ رہا، جب آندھی ختم ہوئی تو اس قوم کی لاشیں زمین پر اس طرح پڑی ہوئی تھیں جس طرح کھجوروں کے درخت اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوں۔

اندازہ کیجیے! جہاں کفار کو تباہ برباد کر دیا وہاں ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی، حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے ارد گرد خط کھینچ دیا وہ شدید آندھی انہیں خوشگوار موسم بہار

کی ہلکی ہلکی ٹھنڈی ٹھنڈی سہانی ہوا محسوس ہو رہی تھی، پھر آپ اس مقام سے ہجرت کر گئے، بعض نے کہا کہ حضر موت چلے گئے، بعض نے کہا کہ مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے۔

حضرت سیدنا صالح علیہ السلام:

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود سے تھے، ثمود ایک شخص کا نام تھا، اس کی اولاد قوم ثمود کہلائی، آپ کا نسب نویں پشت میں حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے، آپ حضرت ہود علیہ السلام کے ایک سو سال بعد تشریف لائے، آپ کی عمر دو سو اسی (۲۸۰) سال تھی، قرآن مجید میں سورۃ الاعراف، سورۃ ھود، سورۃ الشعراء اور سورۃ النمل میں آپ کا ذکر موجود میں آپ کا ذکر موجود ہے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قوم قومِ ثمود کی طرف بھیجا تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کو ایک مانو، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور صرف اسی کی عبادت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس قابل ہی نہیں ہے کہ وہ عبادت کا مستحق ہو، اللہ تعالیٰ ہی تمہارا معبود ہے۔

آپ نے قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر بھی سمجھایا کہ: "اے قوم ثمود! تم اس وقت کو یاد کرو، جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں قومِ عاد کے بعد ان کا جانشین بنایا، قومِ عاد کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر کے تمہیں ان کی جگہ بسایا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں رہنے کو جگہ عطا کی، تمہارا حال یہ ہے کہ تم گرمی کے موسم میں آرام کرنے کیلئے ہموار زمین میں محلات بناتے ہو اور سردی کے موسم میں سردی سے بچنے کیلئے پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے ہو، تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں کفر اور گناہ کرنے سے بچو کہ گناہ، سرکشی اور کفر کی وجہ سے زمین میں فساد پھیلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب آتے ہیں۔"

قومِ ثمود کے سردار جندع بن عمرو نے آپ سے عرض کی: ''اگر آپ سچے نبی ہیں تو پہاڑ کے اس پتھر سے ایک حاملہ اونٹنی ظاہر کریں، اگر ہم نے یہ معجزہ دیکھ لیا تو آپ پر ایمان لے آئیں گے۔'' آپ نے ایمان کا وعدہ لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، سب کے سامنے وہ پتھر پھٹا اور اسی شکل وصورت کی پوری جوان اونٹنی نمودار ہوئی اور پیدا ہوتے ہی اپنے برابر بچہ جنا، یہ معجزہ دیکھ کر جندع تو اپنے خاص لوگوں کے ساتھ ایمان لے آیا جبکہ باقی لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے اور کفر پر قائم رہے۔ آپ نے اس معجزے والی اونٹنی کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''تم اس اونٹنی کو تنگ نہ کرنا اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دو تا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی کی نیت سے ہاتھ نہ لگانا، نہ مارنا، نہ ہنکانا اور نہ قتل کرنا، اگر تم نے ایسا کیا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔''

قومِ ثمود میں ایک صدوق نامی عورت تھی، جو بڑی حسین وجمیل اور مالدار تھی، اس کی لڑکیاں بھی بہت خوبصورت تھیں، چونکہ آپ کی اونٹنی سے اس کے جانوروں کو دشواری ہوتی تھی اس لئے اس نے مصدع ابن دہر اور قیدار کو بلا کر کہا کہ ''اگر تم اونٹنی کو ذبح کر دو تو میری جس لڑکی سے چاہے نکاح کر لینا۔'' یہ دونوں اونٹنی کی تلاش میں نکلے اور ایک جگہ پا کر دونوں نے اسے ذبح کر دیا مگر قیدار نے ذبح کیا اور مصدع نے ذبح پر مدد دی اور حضرت صالح علیہ السلام سے سرکشی کرتے ہوئے کہنے لگے: ''اے صالح علیہ السلام! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو۔'' انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کی کوچیں کاٹیں تھیں ، آپ نے ان سے فرمایا کہ تم تین دن کے بعد ہلاک ہو جاؤ گے۔ پہلے دن تمہارے چہرے زرد، دوسرے دن سرخ، تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ لوگ اتوار کے دن

دوپہر کے قریب اولاً ہولناک آواز میں گرفتار ہوئے جس سے ان کے جگر پھٹ گئے اور ہلاک ہوگئے۔ پھر سخت زلزلہ قائم کیا گیا۔

ان کی ہلاکت سے پہلے آپ مومنوں کے ساتھ اس بستی سے نکل کر جنگل میں چلے گئے۔ پھر ان کی ہلاکت کے بعد وہاں سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت ان کی لاشوں پر گزرے تو ان کی لاشوں سے خطاب کر کے بولے: ”اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب تعالی کا پیغام پہنچایا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔“

کوفہ کی طرف روانگی:

قبرستان سے دوبارہ اپنی ہوٹل کی طرف لوٹ آئے، ناشتہ تناول کیا، دیگر معمولات سے فراغت کے بعد اپنا سامان لے کر بذریعہ بس کوفہ کی طرف روانہ ہوئے، دورانِ سفر بس میں مختصر بیان ہوا، نعتیں اور مناقب پڑھیں گئیں، نیز رفقائے سفر سے گفتگو کرتے ہوئے ہم شہر کوفہ میں داخل ہوئے، اور مسجد کوفہ پہنچے۔

شہرِ کوفہ:

کوفہ عراق کا ایک مشہور شہر ہے جو دریائے فرات کے کنارے آباد ہے، یہ صوبہ نجف میں شامل ہے، نجفِ اشرف سے صرف ۱۰ کلو میٹر اور بغداد سے جنوب میں ۱۷۰ کلو میٹر دور ہے، یہ پہلے سورستان تھا، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسے فوجی چھاؤنی کے طور پر بسایا، پھر دیکھتے دیکھتے یہ ایک شہر بن گیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے علم و فضل سے روشن کر دیا، حرمین شریفین زادھا اللہ شرفا و

تعظیما کے بعد یہ علوم کا بڑا مرکز بن گیا، امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ شہر اسلامی مملکت کا دار الخلافہ تھا، امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت وکیع بن جرح رضی اللہ عنہم جیسے علم و فضل کے پہاڑ اسی شہر سے نمودار ہوئے ہیں۔

دار مولی علی رضی اللہ عنہ و بئرِ علی رضی اللہ عنہ:

سب سے پہلے مولی علی رضی اللہ عنہ کے مکان مبارک کی زیارت کی جو جامع مسجد کوفہ سے باہر کی جانب، دارالامارۃ کے دائیں جانب موجود ہے، آپ رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو اس مکان میں رہائش پزیر ہوئے اور تاحیات یہیں مقیم رہے، اس مکان میں دو کونوں پر دو چھوٹے کمرے موجود ہیں، مشہور ہے کہ یہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ہیں، اندرونی حصہ بہت قدیم معلوم ہوتا ہے، کہا جاتاہے کہ یہ مکان شروع سے ہی ایسا ہے، اس مکان میں ایک کنواں ہے جسے "بیر علی رضی اللہ عنہ" کہتے ہیں، مشہور ہے کہ اس کے پانی سے حضرت مولی مشکل کشا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا، آج بھی یہ مقام زیارت گاہ ہے، ہم نے اس مقام پر دعا کی اور پھر جامع مسجد کوفہ میں داخل ہوئے۔

جامع مسجد کوفہ:

دنیا کی قدیم مساجد میں اس مسجد کا بھی شمار ہوتا ہے، اس مسجد کی تعمیرِ نوے اھ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی، امیر المومنین شیر خدا رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اس مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل رہی، اسی مسجد کے منبر پر آپ خطابات فرماتے تھے اور اسی مسجد شریف میں آپ فیصلے بھی فرماتے تھے، ہم نے اس مسجد میں نماز ظہر با جماعت ادا کی بعد نماز نشست ہوئی، اتفاقاً ایک اور سنی قافلہ علامہ ابو القاسم زید مجدہ کے ہمراہ اسی مسجد میں آیا ہوا تھا، قبلہ ابو

القاسم صاحب نے نشست میں بیان کیا، پھر نعت خوانی اور دعا ہوئی۔

مزار شریف حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ:

مسجد سے متصل پیلے گنبد والی عمارت میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار ہے، آپ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے، آپ کا لقب سفیر حسین اور غریبِ کوفہ (کوفہ کے مسافر) تھا، جب حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے ہزاروں خطوط کے بعد کوفہ جانے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے آپ ہی کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے کوفہ روانہ کیا تا کہ وہاں کے حالات کا جائزہ لیا جاسکے، آپ اپنے دونوں بیٹوں محمد بن مسلم اور ابراہیم بن مسلم رضی اللہ عنہما کے ہمراہ کوفہ روانہ ہوئے، ہزاروں افراد نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، جب اس کی اطلاع یزید کو ہوئی تو اس نے گورنر کوفہ نعمان بن بشیر کو معزول کر کے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، جس نے گورنر مقرر ہونے کے بعد حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں صاحبزادوں کو بے شمار تکالیف دینے کا سلسلہ شروع کیا، ابن زیاد کے گورنر مقرر ہونے سے پہلے حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادوں کا قیام کوفہ میں مختار بن عبیدہ ثقفی کے یہاں تھا لیکن ابن زیاد کے گورنر مقرر ہونے کے بعد آپ حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، جو اپنے قبیلے کے سردار، بزرگ اور صاحب اقتدار تھے، بالآخر ابن زیاد نے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ آپ کو گرفتار کروایا اور حکم دیا کہ آپ کو کوفہ کے دار الامارۃ سے گرادیا جائے، چنانچہ ۹ ذوالحجہ ۶۰ھ کو آپ کو دار الامارۃ کی چھت سے گرا کر شہید کر دیا گیا۔

مختار ثقفی کی قبر: حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس ہی مختار ثقفی کی قبر ہے،

معرکہ کربلا کے بعد محبت اہل بیت میں اس نے یزیدی لشکر کے سالاروں کو چن چن کے قتل کیا لیکن بعد میں خود نبوت کا دعوی کر کے مرتد و کافر ہو گیا، اس لیے اس کی قبر پر ہرگز نہ جائیں اور نہ ہی اس کے لیے فاتحہ خوانی کریں۔

مزار شریف حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ:

مسجد سے متصل نیلے گنبد والی عمارت میں حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار ہے، آپ کی کنیت ابو یحی ہے، آپ جلیل تابعی اور اشرافِ کوفہ میں سے تھے نیز حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے مصاحبین میں آپ کا شمار ہوتا ہے، جنگوں میں مولا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور تمام معاملات میں معاونِ خصوصی تھے، آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ محبِ اہلبیت تھے، آپ کی محبت وعقیدت کا اندازہ اس واقعے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ امیر مختار کے گھر سے آپ کے گھر منتقل ہوئے اور اس کی خبر ابن زیاد کو ملی تو اس نے فوج کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے لیے آپ کے پاس بھیجا، اس وقت آپ نے اپنے مہمان کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا، آپ کو گرفتار کر لیا گیا، اس کے باوجود آپ بضد رہے کہ میں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کبھی بھی تمہارے حوالے نہیں کرونگا، اس وجہ سے آپ کو باندھ کر پانچ سو کوڑوں کی سزا دی گئی، جس کے دوران آپ بے ہوش ہو گئے، آخر کار آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا، آپ کی شہادت ۸ ذوالحجہ ۶۰ھ کو ہوئی۔

دیگر مقامات

جامع مسجد کوفہ اور اس کے گردونواح میں درج ذیل مقامات ہیں جن کی زائرین زیارت کرتے ہیں۔

محراب علی رضی اللہ عنہ:

جامع مسجد کوفہ میں باب رئیس کے پاس ایک محراب ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ وہ محراب ہے جہاں ۱۹ رمضان المبارک کو علی الصبح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تھا۔

مقاماتِ انبیاء کرام علیہم السلام:

جامع مسجد کوفہ میں جگہ جگہ انبیائے کرام علیہم السلام سے منسوب مقامات بنے ہوئے ہیں، کہتے ہیں کہ یہاں انبیائے کرام علیہم السلام نے نمازیں ادا کیں تھیں، ان مقامات کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ملتی، واللہ اعلم بالصواب

مقام آغاز طوفانِ نوح:

جامع مسجد کوفہ کے صحن میں حوض بنا ہوا ہے، کہتے ہیں کہ طوفان نوح میں جس تنور کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ یہ مقام ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں سے نوح علیہ السلام کی کشتی نے اپنے سفر کا آغاز کیا، واللہ اعلم بالصواب

مزار شریف حضرت خدیجہ بنت علی رضی اللہ عنہا:

جامع مسجد کوفہ سے باہر باب ثوبان کی سمت میں حضرت خدیجہ بن علی رضی اللہ عنہا کا مزار ہے، حضرت علی کی صاحبزادیوں میں یہ نام ملتا ہے، ان کے حالات معتبر کتب میں نہیں ملتے، یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کا مزار یہیں ہے لیکن اس بارے میں کوئی خاص روایت نہیں ملتی۔

مزار شریف حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ:

جامع مسجد کوفہ سے قریب ہی آپ کا مزار شریف ہے، آپ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں، کہا جاتا ہے کہ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور سیدنا

علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ساتھ جنگوں میں شریک رہتے، آپ کو معرکہ کربلا کے بعد سیدنا علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی شان بیان کرنے پر ابن زیاد کے لوگوں نے شہید کر دیا۔

حِلّہ کی طرف روانگی:

شہر کوفہ کی زیارات سے اپنے قلوب و اذہان منور کرنے کے بعد ہم حلہ شہر کی طرف روانہ ہوئے، یہ صوبۂ بابل کا دار الخلافہ اور شہر کوفہ سے تقریباً ۵۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر جانبِ شمال میں ہے، یہ قدیم بابل شہر کا ایک محلہ ہے، اسے ۴۹۵ھ میں سیف الدولہ صدقہ بن منصور نے آباد کیا، یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام آرام فرمارہے ہیں، ہم عصر کے وقت حلہ شہر میں داخل ہوئے اور حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مزار شریف پر پہنچے نماز عصر ادا کی اور مختصر نشست منعقد ہوئی، جس میں میں نے صاحب مزار کی سیرت کے چند پہلو بیان کیے، پھر فاتحہ خوانی ہوئی اور صلوۃ وسلام سے نشست برخاست ہوئی، اور نماز مغرب وہیں ادا کی۔

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے والد کا نام انوص ہے، آپ حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے عیص کی اولاد سے ہیں، آپ کی والدہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے ہیں، آپ کی زوجہ کا نام رحمۃ ہے جو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے افرائیم کی بیٹی تھیں، قرآن مجید میں سورۃ النساء، سورۃ الانبیاء، سورۃ الانعام اور سورۃ ص میں آپ کا ذکر موجود ہے۔

آپ حسین و جمیل تھے، آپ مسکینوں پر رحم کرتے، یتیموں کی کفالت فرماتے، بیوہ عورتوں کی معاونت (امداد) کرتے مہمانوں کے ساتھ عزت و تکریم اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، اللہ تعالیٰ نے آزمائش سے پہلے آپ کو کثیر مال و دولت دیا تھا، ہر قسم کے جانور یعنی بھیڑ

بکریاں گائے بھینس اونٹ وغیرہ کی کثرت تھی، پانچ سو غلام خدمت گزاری کے لیے تھے، پھر ہر غلام کی زوجہ اور اولاد بھی بطور خدام آپ کے پاس رہتے تھے، آپ کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔

اللہ تعالیٰ کبھی اپنے مقرب بندوں کو شدید مشکلات میں مبتلا کرکے آزماتا ہے کہ میرا بندہ کتنا صبر کرتا ہے، اور کبھی اللہ تعالیٰ بہت مال و دولت عطا کرکے آزماتا ہے کہ میرا بندہ کتنا شکریہ ادا کرتا ہے؟ حضرت ایوب علیہ السلام کو پہلے آرام و صحت، مال و دولت، اولاد اور ہر طرح کی خوشیاں عطا کرکے آزمایا، اس میں بھی آپ نے عظیم کامیابی حاصل کی، آپ نے شکریہ ادا کرکے بے مثال نمونہ پیش کیا، اس کے بعد آزمائش کا دوسرا دور شروع ہوا کہ زمین کے نیچے سے قدرتی آگ نے آپ کے باغات، کھیتیاں، اونٹ، بکریاں، چرواہے جلا کر راکھ کر دیے، جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے کہا: ”یہ سب مال و دولت اللہ نے ہی عطا کیا تھا وہی اس کا مالک حقیقی ہے جب وہی اس کا حقدار ہے، تو اسے حق پہنچتا ہے جب چاہے لے لے“، آپ کی اولاد ایک مکان میں تھی وہاں زلزلہ آیا مکان گر گیا آپ کی اولاد فوت ہوگئی، یہ حال سن کر بھی اللہ کے نبی نے صبر کا کمال مظاہرہ کیا، وہی الفاظ زبان پر کہ ”سب کچھ رب تعالیٰ کا ہے جو چاہے کرے“، آپ کے جسم میں شدید حرارت سے ایسا اثر ہوا، یوں محسوس ہوتا کہ آپ کے جسم میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں، سر سے لے کر قدم تک آبلے پڑ گئے، شدید خارش ہونے لگی، ناخنوں سے جسم کو کھجلاتے رہے، یہاں تک کہ ناخن گر گئے پھر ٹھیکریوں یا پتھروں سے اپنے جسم کو کھجلاتے، جسم شدید زخمی ہوگیا، آپ کی بیماری نے جب شدت اختیار کرلی تو تمام اقرباء نے آپ کو چھوڑ دیا، شہر سے باہر آپ کو ایک جھونپڑی بنا کر دے دی گئی کہ یہ مرض

کہیں دوسروں تک بھی نہ پہنچ جائے، جب وہ سارے ساتھ چھوڑ گئے تو اس وقت آپ کی زوجہ جس کا نام رحمۃ تھا، وہ بدستور آپ کے ساتھ رہی، آپ کی خدمت گزاری میں رہی، اور دیکھ بھال کرتی، ایک دن آپ کی زوجہ نے عرض کی: " کاش آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے، اللہ تعالیٰ آپ کی تکلیف دور فرمادیتا"، یہ سن کر آپ نے فرمایا: "راحت و سکون مال و دولت کی فراوانی میں کتنا وقت گزرا؟ آپ کی زوجہ نے عرض کی: اسی (۸۰) سال گزرے ہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس سے دعا کروں جبکہ میری آزمائش کا وقت اتنا بھی نہیں ہوا جتنا میری آسائش کا وقت تھا"، ایک بار شیطان آپ کی زوجہ کے پاس طبیب کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے خاوند بہت بڑی تکلیف میں مبتلا ہیں اگر تم چاہتی ہو تو میں انہیں دوا دیتا ہوں جس سے وہ ٹھیک ہو جائیں گے، جب وہ صحت یاب ہو جائیں تو وہ اس کے بدلے میں میرا شکریہ صرف ان الفاظ میں ادا کریں، "انت شفیتنی" (تو نے مجھے شفا دی ہے)، آپ کی زوجہ نے یہ بات معمولی سمجھی اور ان کا خیال بن گیا کہ اس پر عمل کرنا تو آسان ہے، جب حضرت ایوب علیہ السلام کے سامنے آکر اس نے پورا ماجرا بیان کیا تو آپ نے سمجھ لیا کہ شیطان میرے امتحان میں مجھے ناکام کرنا چاہتا ہے، آپ علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے ناراض ہو گئے آپ نے فرمایا: اگر میں ٹھیک ہو گیا تو تمہیں سو کوڑے ماروں گا، ابھی تمہارے ہاتھوں سے کوئی چیز نہیں کھاؤں گا۔

جب آپ خدا کی آزمائش میں پورے اترے اور امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے ایوب علیہ السلام! اپنا پاؤں زمین پر مارو، آپ نے زمین پر پاؤں مارا تو فوراً ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حکمِ الٰہی ہوا کہ اس پانی سے غسل کرو، چنانچہ آپ نے غسل کیا تو آپ کے

بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں، پھر آپ چالیس قدم دور چلے تو دوبارہ زمین پر قدم مارنے کا حکم ہوا اور آپ کے قدم مارتے ہی پھر ایک دوسرا چشمہ نمودار ہو گیا جس کا پانی بے حد ٹھنڈا، بہت شیریں اور نہایت لذیذ تھا۔ آپ نے وہ پانی پیا تو آپ کے باطن میں نور ہی نور پیدا ہو گیا۔ اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت و نورانیت حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو دوبارہ زندہ فرما دیا، آپ کی بیوی کو دوبارہ جوانی بخشی اور ان سے کثیر اولاد ہوئی، پھر آپ کا تمام ہلاک شدہ مال و مویشی اور اسباب و سامان بھی آپ کو مل گیا بلکہ پہلے جس قدر مال و دولت کا خزانہ تھا اس سے کہیں زیادہ مل گیا۔

آپ نے اپنی زوجہ کو سو کورے مارنے کی قسم اٹھائی تھی، رب تعالیٰ نے اسے پورا کرنے کا طریقہ ارشاد فرمایا،

وَ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (پ۲۳، صٓ)

(اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بیشک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے)

کفل:

وقت قلیل تھا اور ہمیں آج رات ہی بغداد شریف میں حاضر ہونا تھا، اس لیے ہم نے اس بار شہر "کفل" میں حاضری نہیں دی، یہ کوفہ اور حلہ کے درمیان، کوفہ سے تقریباً ۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، یہاں مشہور ہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا مزار شریف موجود ہے، اسی وجہ سے اسے کفل کہا جاتا ہے، پچھلی حاضریوں میں اس مقام کی زیارت کا الحمد للہ فقیر کو شرف ملا ہے۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام:

آپ کا نام بشر ہے یا شرف ہے، آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں، قرآن مجید میں سورۃ الانبیاء اور سورۃ ص میں آپ کا ذکر موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے والد حضرت ایوب علیہ السلام کے بعد نبی بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ آپ لوگوں کو میری وحدانیت پر ایمان لانے کی طرف بلائیں، کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، آپ عمر بھر شام کے علاقہ میں ہی رہے، اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچاتے رہے، پچھتر (۷۵) سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے، آپ یتیموں، محتاجوں، غریبوں اور بیوہ عورتوں پر رحم فرماتے، ان کی ضروریات کا خیال رکھتے، انہی محتاج لوگوں کی کفالت کی وجہ سے ہی آپ کا نام ''ذوالکفل'' (کفالت کرنے والا) پڑ گیا تھا۔

بابل کی طرف روانگی:

حلہ میں نماز مغرب ادا کر کے ہمارا قافلہ بابل کی طرف روانہ ہوا، حلہ سے قریب ہی یہ علاقہ موجود ہے، تاریخی اعتبار سے قدیم ترین علاقہ ہے، اس کا نام پہلے خیتارث تھا، کلدانیوں نے اس کا نام بابل رکھا، اس شہر کو جادوگروں کی کثرت کی بنا پر **مدینة السحر** بھی کہا جاتا ہے، قرآن مجید میں ہاروت و ماروت کے ذکر کے ساتھ اس شہر کا ذکر بھی موجود ہے، مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت بھی اسی شہر میں ہوئی ہے، آج یہ شہر کوئی خاص آبادی نہ ہونے کی وجہ سے کھنڈرات کی صورت پیش کر رہا ہے۔

جائے ولادت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام:

ہم بابل شہر میں سب سے پہلے مولدِ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر پہنچے، کہا جاتا ہے کہ یہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کی جگہ ہے، یہ ایک شاندار قبہ بنا ہوا ہے، یہاں میں نے زائرین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختصر حالات بیان کیے، فاتحہ خوانی کی۔

مزار شریف حضرت ابو بکر بن علی رضی اللہ عنہ:

مقامِ مولد سے ہم حضرت ابو بکر بن علی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دینے کے لیے پہنچے، آپ کے بارے میں مستند اقوال نہیں ملتے، بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے کربلا میں جام شہادت نوش کیا، بعض کا کہنا ہے کہ آپ کا نام محمد اصغر ہے ابو بکر کنیت ہے، واللہ اعلم بالصواب، میں نے یہاں کچھ معروضات عرض کیے، یہ بھی بتایا کہ صحابہ کرام اور اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کے درمیان آپس میں محبتیں اور الفتیں تھیں، یہ اپنے بچوں کے نام بھی ایک دوسرے کے ناموں پر رکھا کرتے تھے، ہم نے فاتحہ خوانی کی اور رخصت ہوئے۔

بغداد شریف کی طرف روانگی:

کوفہ، حلّہ اور بابل کی زیارات سے فارغ ہو کر ہمارا قافلہ اگلی منزل بغداد شریف کی طرف روانہ ہوا، سب ہی پر لطف اور پر کیف تھے، مناقب پڑھتے ہوئے یہ قافلہ رواں دواں تھا، جب ہم محبوبِ سبحانی، قطبِ ربّانی، شہباز لامکانی، پیرانِ پیر، پیر دستگیر، حضرت شیخ محیّ الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے شہر مقدس میں داخل ہوئے تو عاشقانِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں چمک سی آگئی اور پھر "مرحبا یا غوثِ پاک، مرحبا یا غوثِ پاک" کے فلک شگاف نعروں میں ہماری سواری بغداد شریف کی گلیوں میں پھرنے لگی، اور بخیر و عافیت ہم اس شہر مقدس میں پہنچ گئے، البتہ رات چونکہ بہت ہو چکی تھی اسی لیے یہ طے پایا کہ حاضری اگلے دن ہی پیش کرینگے،

ہم اپنی رہائشگاہ پہنچے، سب نے عشائیہ تناول کیا اور آرام کرنے لگے۔

بغداد شریف:

دجلہ کے کنارے بغداد نامی بستی کافی عرصہ سے آباد تھی جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ نوشیرواں عادل اس جگہ باغ میں بیٹھ کر دادِ انصاف دیا کرتا تھا اس لیے یہ بغداد (باغ، داد) کہلانے لگا، عباسی خلفاء نے جب اپنی سلطنت و خلافت کے لیے ایک نئے دارالحکومت کی تعمیر کا پروگرام بنایا تو ''مدینۃ السلام'' کے نام سے خلیفہ منصور عباسی نے ایک عظیم الشان شہر کی بنیاد رکھی جو سرکاری کاغذات میں ''مدینۃ السلام'' کہلاتا تھا لیکن اس کا روایتی اور تاریخی نام ''بغداد'' ہی رہا، بغداد علوم و فنون کا مرکز تھا اور دنیا بھر کے اہل علم و دانش کا مرجع تھا، مگر عباسی خلفاء اور ان کی سلطنت کے زوال کا اثر بغداد پر بھی پڑا، جب ۱۲۸۵ء میں منگول سردار ہلاکو خان نے سلطنت عباسیہ کے آخری خلیفہ معتصم باللہ کو شکست دے کر قتل کرڈالا تو نا صرف عظیم الشان عباسی سلطنت و خلافت ختم ہوئی بلکہ ہلاکو خان نے بغداد کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا دی، اس موقع پر اس قدر وحشیانہ قتل عام ہوا کہ بغداد کی بیس لاکھ آبادی میں سے پندرہ لاکھ کے لگ بھگ اس قتلِ عام کی بھینٹ چڑھ گئی، کتب خانے جلا دیے گئے اور علم و تہذیب کے نشانات تک مٹا دیے گئے ،اس کے بعد اس شہر کی آبادی اور بربادی کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

۸ ربیع الآخر، ۲۶ دسمبر ۲۰۱۷، بروز منگل

آج بغداد شریف میں ہماری پہلی صبح تھی، صبح کی ابتدا اللہ عزوجل کی یاد یعنی نمازِ فجر کی ادائیگی سے کی اور اس کے بعد مختصر درس کا سلسلہ ہوا پھر زائرین کو پر تکلّف ناشتہ پیش کیا گیا جس کے بعد آگے کا جدول بتایا گیا، یہ طے پایا کہ آج بعد نماز ظہر علاقۂ

کاظمیہ و اعظمیہ کا سفر کریں گے، زائریں اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے۔

نمازِ ظہر باجماعت ادا کی، پھر کچھ دیر درس کا سلسلہ ہوا، جس میں فرض علوم بیان کیے گئے نیز فرض علوم کی اہمیت اور اسکو سیکھنے سکھانے کی ضرورت سے متعلق ذہن سازی بھی کی گئی، اس کے بعد ظہرانہ کا سلسلہ ہوا، پھر ہمارا قافلہ کاظمیہ کی طرف روانہ ہوا۔

کاظمیہ:

کاظمیہ بغداد کے نواحی علاقوں میں سے ہے، جو دریائے دجلہ کے کنارہ پر واقع ہے، حضرت امام کاظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کا مزار پرانوار اس علاقہ میں موجود ہے، آپ سے نسبت کے سبب یہ علاقہ کاظمیہ کہلاتا ہے، کاظمیہ پہنچ کر ہمارا قافلہ جلوس کی صورت میں مناقب پڑھتے ہوئے شان اہلبیت گنگناتے ہوئے مقدّس ہستیوں کی بارگاہوں میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہوا، یہاں بلند و بالا دو گنبد والی شاندار عمارت بنی ہوئی ہے جس کے تحت خاندان نبوت کے دو شہزادے حضرت امام موسی کاظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اور حضرت سیدنا محمد تقی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ آرام فرمارہے ہیں، سب سے پہلے ہم اس بلند و بالا روضۂ مبارکہ میں داخل ہوئے، اجتماعی حاضری دی نیز فاتحہ خوانی کی، اس کے بعد امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کے مرقد انور کی زیارت کی جو کہ مزار شریف کے احاطہ میں موجود جامع مسجد ابو یوسف کے ایک حصہ میں ہے۔

یاد رہے!!! مزار کے اطراف میں خریداری کیلئے اچھے اور خوبصورت مراکز قائم ہیں، زائرین اپنے اہل و عیال، دوست و احباب کے لیے ہدیہ لینے ان مراکز کا رخ کرتے ہیں، جب ان مراکز میں زائرین داخل ہو جائیں تو قافلہ منتظمین کے لیے انہیں دوبارہ جمع کرنا اور سواری کی طرف لانا مشکل اور کٹھن مرحلہ ہوتا ہے، میں نے مشورہ یہ دیا کہ یہاں خاندانِ اہل نبوت کے

مہکتے پھولوں کے مزارات ہیں اس لیے یہاں بازار میں اکثر دکانیں ان کی ہیں جو اہل بیت سے محبت کا جھوٹا اظہار کرتے ہیں، انہوں نے اس علاقہ کو سرکاری طور پر مزین کیا ہوا ہے جبکہ اس سے کچھ ہی فاصلے پر علاقۂ اعظیمہ ہے جو ہماری اگلی منزل ہے، وہاں ایسے مزارات زیادہ ہیں جن سے صرف سنی صحیح العقیدہ حضرات نسبت وعقیدت رکھتے ہیں لیکن وہاں کوئی پرسان حال نہیں، مفلسی کا یہ عالم ہے کہ ننھے ننھے بچے اس وقت آپکے پیچھے لگ جاتے ہیں جب آپ اپنی جیب میں کچھ نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالتے ہیں حالانکہ یہ سب محبانِ صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم ہیں یعنی سنی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم جو سامان تقسیم کرنے کی غرض سے لائے ہیں وہ علاقۂ اعظمیہ کے مکینوں کو دیں نیز ہم خریداری بھی انہیں سے کریں تاکہ ہمارے دیے ہوئے سامان یا ہماری خریداری سے انہیں فائدہ ہو جو اس کے زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

آپ کا نام موسی، کنیت ابوالحسن، ابو علی اور لقب کاظم ہے، آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں، آپ کی ولادت ۷ صفر المظفر ۱۲۸ھ بمقامِ ابواء (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جہاں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبرِ انور ہے) میں ہوئی، آپ نے تمام علومِ ظاہری وباطنی اپنے والدِ گرامی سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حاصل کیے اور اپنے وقت کے جید علماء کی صف میں شامل ہوگئے، بلکہ تمام اعلیٰ نسبتوں اور فضیلتوں اور علم وتقویٰ کی بدولت تمام پر سبقت لے گئے۔

آپ ساداتِ بنی ہاشم میں نیرِ اعظم، علم وتقویٰ کے مہرِ کامل، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم واوصاف، شریعت وطریقت اور خاندانی عظمت وشرافت کے امین، مولا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام

حسین رضی اللہ عنہ کی علمی و خاندانی وراثت کے وارثِ کامل تھے۔

آپ صاحب کرامت اور مستجاب الدّعوات تھے، لوگ آپ کو بارگاہِ صمدیت میں وسیلہ گردانتے اور آپ سے دعا کرواکر مراد کو پہنچتے، اسی سبب سے اہلِ عراق آپ کو باب قضاء الحوائج (حاجتیں پوری ہونے کا دروازہ) کہتے تھے، آپ بڑے عابد، زاہد، قائم اللیل، صائم النہار تھے، بسبب کثرت عبادات و اجتہادات اور شب بیداری کے عبد الصالح کے لقب سے پکارے جاتے، خفیہ طور پر راتوں میں لوگوں کو حاجات کے موافق روپیہ اشرفی پہنچایا کرتے تھے، آپ کے والد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ یہ میرے تمام فرزندوں میں بہترین فرزند ہے، اور اللہ تعالیٰ کے موتیوں میں سے ایک موتی ہے۔

۵۵ برس کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہ کو کھجور میں زہر ملا کر دیا گیا، کھجور کھاتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دشمنوں نے مجھے زہر دیا ہے تین دن کے بعد میری وفات ہو گی، جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا، یوں ۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ کو آپ مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”کہ قبرِ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اجابتِ دعا کے لیے تریاق اعظم کا حکم رکھتی ہے“ تاریخِ بغداد میں ہے کہ امام خلال حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”مجھے جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے، میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ میری مشکل کو آسان کر کے میری مراد مجھے عطا فرما دیتا ہے۔“

حضرت سیدنا امام محمد تقی رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی محمد، آپ کی کنیت ابو جعفر لقب تقی، جواد ہے، آپ کی ولادت ۱۵ یا ۱۷ رمضان ۱۹۷ھ کو مدینہ شریف میں ہوئی، آپ امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں،

والد ماجد کے وصال کے وقت آپ کی عمر سات سال اور چند ماہ تھی، چنانچہ سات سال کی عمر میں آپ مسند خلافت پر بیٹھے۔

شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ امام تقی صغیر سنی میں علم وادب اور فضل میں اس قدر ترقی کر چکے تھے کہ اُس زمانے میں کسی کو ایسے ظاہری و باطنی کمالات حاصل نہ تھے، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ مامون بن ہارون الرشید آپ پر فریفتہ تھا اور اپنی لڑکی ام فضل کا نکاح آپ کے ساتھ کر کے آپ کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیج دیا نیز آپ کو ہر سال ایک ہزار دینار بھیجا کرتا تھا۔

ایک دفعہ آپ مدینہ شریف جارہے تھے، جب کوفہ پہنچے شام کے وقت مسجد میں قیام فرمایا، مسجد کے صحن میں ایک درخت تھا جو ابھی بارور نہیں ہوا تھا، آپ نے پانی کا کوزہ منگوا کر درخت کے نیچے وضو کیا اور شام کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، اس کے بعد آپ اس درخت کے نیچے جا بیٹھے، آپ کے بیٹھتے ہی درخت بارور ہو گیا اور لوگوں نے تازہ اور میٹھی کشمش تبرک کے طور پر تناول کیں۔

شواہد النبوۃ میں لکھا ہے: کہ جب خلیفہ مامون فوت ہوا تو امام موصوف نے فرمایا کہ میری وفات مامون کی وفات کے تین ماہ بعد ہو گی، چنانچہ یہی ہوا کہ مامون کی وفات کے تین ماہ بعد ٦ ذو الحجہ کو خلیفہ معتصم کے عہدِ حکومت میں وصال ہوا، اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی، آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی، ایک روایت کے مطابق آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔

حضرت سیدنا قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ

آپ کا نام یعقوب، کنیت ابو یوسف ہے، ١١٣ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے، آپ امام اجل

فقیہ اکمل عالم ماہر حافظ سنن ، صاحب حدیث ، ثقہ ، مجتہد اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سب سے متقدم تھے، آپ ہی سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے لقب سے ملقب ہوئے، آپ نے علمِ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ، ابو اسحاق شیبانی، سلیمان تیمی، یحیٰ بن سعد، سلیمان اعمش، ہشام بن عروہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا اور علمِ فقہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا، آپ امام محمد بن حسن شیبانی، امام احمد بن حنبل، یحیٰ بن معین وغیرہ رضی اللہ عنہم آپ کے تلامذہ سے ہیں، آپ کا خاندانی مالی پس منظر بہت غربت سے مستعار تھا، آپ کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں بیٹھنے اور علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا، حالات کی تنگی کے باعث آپ کا تعلیمی سلسلہ منقطع ہوگیا، ایک دن اچانک اپنے استاد محترم کے حلقہ درس میں آگئے، استفسار پر حقیقت حال گوش گزار کی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کمال شفقت و مہربانی سے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا اور انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیا کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ایک متول تاجر تھے اور ابو یوسف رضی اللہ عنہ جیسے قابل ولائق و ذہین وفطین طالب علم کے لیے ماہانہ وظیفہ کا تقرر ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا، یہ دن اور پھر استاد کی زندگی کے آخری دن تک امام ابو یوسف اپنے استاد سے ہی وابستہ رہے، یہ عرصہ کم و بیش تیس سالہ طویل رفاقت پر مشتمل ہے۔

آپ کا قول ہے کہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ۲۹ سال جاتا رہا او میری صبح کی نماز فوت نہیں ہوئی، آپ بغداد میں ساکن ہوئے اور وہاں خلفائے ثلاثہ مہدی اور اس کے بیٹے ہادی اور ہارون رشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے عہدے پر فائز رہے، آپ کا وصال بغداد شریف میں ۵ ربیع الآخر ۱۸۱ھ یا ۱۸۲ھ میں ہوا۔

اعظمیہ:

کاظمیہ سے برکات سمیٹنے کے بعد اعظمیہ کی طرف روانہ ہوئے، علاقۂ اعظمیہ اور کاظمیہ دریائے دجلہ کے دو کناروں پر ہیں اور دریا پر ایک کشادہ پل بنام "جسر الائمہ" بنا ہوا ہے جو ان دونوں علاقوں کو آپس میں ملاتا ہے، ہم اس پر سوار ہوتے ہوئے اعظمیہ میں داخل ہوئے، یہ شہر بغداد کا ایک نواحی علاقہ ہے، اس علاقہ کو امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نسبت ہے، اس لیے اعظمیہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

مزار شریف شیخ ابو الحسین احمد بن محمد نوری رضی اللہ عنہ

اعظمیہ شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے شیخ ابو الحسین احمد بن محمد نوری رضی اللہ عنہ کے مزار پاک پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوئے، آپ کا نام احمد اور آپ کی کنیت ابو الحسین ہے اور آپ کا لقب نوری ہے، آپ کی ولادت ۲۲۵ھ میں بغداد میں ہوئی، آپ کا شمار کبار اولیاء کرام اور صوفیا عظام میں ہوتا ہے، مشائخ و صوفیہ نے آپ کو "امیر القلوب" کا لقب دیا، آپ نے حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ اور شیخ احمد بن ابو الحواری رضی اللہ عنہ کی صحبت سے استفادہ کیا، آپ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے معاصر تھے خود مجتہد، صاحبِ مذہب اور امام طریقت تھے، آپ کا وصال ۲۴ شوال 295 ھ کو بغداد میں ہوا۔

جامع الامام ابی حنیفۃ:

ابو الحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی زیارت کے بعد ہم نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار شریف سے متصل مسجد جامع الامام ابی حنیفۃ میں نمازِ عصر ادا کی، یہ بہت شاندار مسجد ہے، امام اعظم کے وصال کے بعد یہاں آپ کے معتقدین نے مسجد قائم کر دی پھر وہاں درس و

تدریس کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

مزار شریف حضرت سیدنا بشر حافی رضی اللہ عنہ:

عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم سیدنا بشر حافی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف حاضر ہوئے، ہم نے نماز مغرب مزار کے احاطہ میں ادا کی، مزار شریف پر مختصر محفل ہوئی، جس میں علامہ محمد شہزاد ترابی صاحب اور میں نے صاحب مزار کی سیرت کے چند گوشوں کو بیان کیا، اس کے بعد درود تاج کا ورد ہوا اور فاتحہ خوانی کی۔

سیدنا بشر حافی رضی اللہ عنہ کے مزار پر اعلی حضرت امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کے پیر خانہ مارہرہ مطہرہ شریف کے سجّادہ نشین حضور امینِ ملت حضرت سید امین میاں برکاتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ملاقات ہوئی، آپ سے کم و بیش دو سال بعد ملاقات کا شرف حاصل ہوا، حضرت نے خوب دعائوں سے نوازا، مزار پر کچھ عربی حضرات اپنے مخصوص انداز میں نعت شریف پڑھ رہے تھے تو فقیر بھی ان کے ساتھ مل کر بارگاہ جود و سخا صلی اللہ علیہ وسلم میں نعت پیش کرنے میں مشغول ہو گیا، وہ منظر پُر لطف تھا، کراچی سے زائرین تقسیم کرنے کے لیے جو سامان مہندی، خوشبو، اسکارف اور بیجز لائے تھے، یہاں تقسیم کیے۔

سیدنا بشر حافی رضی اللہ عنہ:

آپ کا نام بشر بن حارث، کنیت ابو نصر، لقب حافی تھا، آپ ۱۵۰ھ میں "مرو" جو کہ خراسان کا ایک شہر تھا کے ایک گاوں میں پیدا ہوئے، آپ متقدّمین مشائخ میں ہیں، بلند مرتبہ اور کرامات کے حامل تھے، بغداد میں قیام رہا، عراق کے اوتاد میں آپ کا شمار ہوتا ہے، آپ اپنے ماموں علی بن حشرم کے مرید تھے، بغداد میں مشہور آئمہ شریک اور حماد بن زید سے

حدیث سنی، زہد و تقویٰ اور ریاضت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، آپ کو تمام آئمہ حدیث نے ثقہ قرار دیا ہے۔

کشف المحجوب میں ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں کہیں جا رہا تھا کہ اچانک میری نظر زمین پر پڑے ہوئے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پڑی، اس کاغذ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا، یہ دیکھ کر کہ میرے پروردگار کے نام کی بے حرمتی ہو رہی ہے، میں نے فوراً بصد عقیدت واِحترام وہ کاغذ کا ٹکڑا اُٹھایا، اسے صاف کیا اور بڑی محبت وعقیدت سے اس کاغذ پر خوشبو ملنے لگا جس پر میرے پاک پروردگار کا نامِ پاک لکھا ہوا تھا پھر اس کاغذ کو ایک متبرک مقام پر رکھ کر اپنے گھر چلا آیا، جب رات کو سویا تو کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا "اے بشر حافی! جس طرح تُو نے ہمارے نام کو معطر و مطہر کیا اسی طرح ہم بھی تیرے نام کو دنیا و آخرت میں خوب پاک کریں گے"

آپ ہمیشہ ننگے پاؤں رہتے تھے، آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں توبہ کے وقت ننگے پیر تھا، اسی وجہ سے آپ کا لقب حافی (بغیر جوتوں والا) مشہور ہو گیا، منقول ہے کہ جب تک آپ زندہ رہے آپ کی حرمت کی خاطر کسی چوپائے نے بغداد کے راستے میں گوبر نہیں کیا، ایک دن کسی آدمی کے ایک چوپائے نے راستے میں گوبر کر دیا، شور ہوا کہ آج بشر عالم سے اٹھ گیا، جب تحقیق کی گئی، تو معلوم ہوا کہ ٹھیک تھا۔

آپ کی وفات ۱۰ محرم ۲۲۷ھ کو ہوئی، آپ کا مزار بغداد میں ہے، آپ کا جب وصال ہوا تو آپ کے مکان سے جنّوں کے رونے کی آواز لوگوں نے سنی، آپ کا انتقال ہوا تو تمام محدثین کو انتہائی رنج ہوا، امام احمد بن حنبل نے ان کی موت کی خبر سن کر فرمایا "انہوں نے

اپنی مثال نہیں چھوڑی“

مزار شریف شیخ ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے قریب ہی قبرستان "مقبرۃ الخیزران" ہے، یہ قدیم ترین قبرستان ہے، خلیفۂ وقت کی کنیز خیزران اس قبرستان میں مدفون ہے اس لیے اسی کے نام سے یہ قبرستان مشہور ہے، اسی قبرستان میں مشہور بزرگ حضرت سیدنا شیخ ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ کا مزار شریف بھی ہے، ہم قبرستان میں داخل ہوئے، قبرستان میں جانے کی دعا پڑھی اور پھر میں نے سیدنا شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کی مختصر سیرت بیان کی، اس کے بعد ہم مزار شریف میں داخل ہوئے، میں نے نعت شریف پڑھی اور پھر فاتحہ خوانی کی۔

شیخ ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ:

آپ کا نام جعفر بن یونس کنیت ابو بکر لقب شبلی ہے، آپ کی ولادت بغداد کے نواحی علاقہ سامرہ میں ہوئی، آپ علاقہ شبلہ یا شبیلہ میں رہتے تھے اس لیے شبلی کہلائے، آپ فقہ مالکیہ کے تبحر عالم دین تھے، مؤطا امام مالک آپ کو مکمل حفظ تھی، ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ انکشاف باطن کی جستجو بھی تھی، حضرت خیر نساج رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور معصیتوں سے توبہ کی، انھوں نے آپ کو جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، آپ نے جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور منازل سلوک طے کیں، ایک وقت آیا کہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی زبان سے جاری ہوا ”ہر قوم کے لیے تاج ہوتا ہے اور اس قوم کے لیے تاج شبلی ہے“

حضرت ابو بکر بن مجاہد رضی اللہ عنہ جو اپنے وقت کے عظیم محدث و فقیہ اور بزرگ ہیں ان کی مجلس میں علماء و فقہا کا مجمع رہتا، ایک روز حضرت ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ ان کی مجلس میں تشریف لے

گئے تو وہ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور سینے سے لگایا اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا، ایک ناواقف نے کہا حضرت یہ تو دیوانہ ہے، اور آپ اس قدر احترام فرمارہے ہیں؟ تو حضرت ابو بکر بن مجاہد رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگوں! تمہیں کیا خبر میں نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا جیسا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے دیکھا پھر اپنے خواب کا واقعہ بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ قائم ہے پھر جس وقت حضرت ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ اس مجلس میں تشریف لائے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ رضی اللہ عنہ شبلی پر اتنی شفقت و مہربانی کس وجہ سے ہے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "یہ ہر روز نماز کے بعد سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں **لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ تا العظیم** پڑھتا ہے اور اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے "صَلَّی اللہ عَلَیْکَ یَا رَسُوْل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

آپ کا وصال ۲۷ ذی الحجۃ ۳۳۴ھ کو ۸۸ سال کی عمر شریف میں ہوا، آپ کے وصال کے بعد ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ حضور! نکیرین کے ساتھ کیسی گزری؟ آپ نے جواب دیا کہ جب نکیرین میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ بتا تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے جواب میں کہا کہ میرا رب وہی ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر ملائکہ کی جماعت کو حکم دیا **اُسْجُدُو لِآدَمَ** یعنی آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو **فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ** تو سب ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور حکم خداوندی سے منہ موڑا اور تکبر کیا تو اس وقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا، اس جواب پر نکیرین بولے کہ اس نے تو تمام اولاد آدم کی طرف سے جواب دیدیا اور یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

مزار شریف سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ:

سب سے آخر میں ہم مرکز انوار و تجلیات، امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے، وہاں محفل نعت منعقد ہوئی، حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں تحریر کردہ منقبت پڑھنے کا مجھے شرف حاصل ہوا، جس کا مطلع یہ ہے،

ہمارے آقا ہمارے مولا امام اعظم ابو حنیفہ
ہمارے ملجا ہمارے ماویٰ امام اعظم ابو حنیفہ

پھر وہاں کے مقامی عربیوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تحریر کردہ نعت شریف، "یاسید السادات" اپنے مخصوص انداز میں پڑھی، ہم سب بھی اس کی برکات سمیٹتے رہے، **الحمدللہ**

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام نعمان، کنیت ابو حنیفہ، اور القاب امام اعظم، سراج الامۃ، کاشف الغمہ ہیں، آپ کی ولادت ۸۰ھ، کو کوفہ، عراق میں ہوئی، ابو حنیفہ کا مطلب ہے صاحبِ ملتِ حنفیہ، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر قسم کے باطل سے اعراض کر کے دین حق کو اختیار کرنے والا، اس غرض سے یہ کنیت اختیار کی ورنہ "حنفیہ" نام کی آپ کی کوئی صاحبزادی نہیں تھی، آپ کا خاندان عجم کے معزز شرفاء سے تعلق رکھتا ہے، آپ کے دادا نے اسلام قبول کیا جن کا اسلامی نام نعمان رکھا گیا، وہ کوفہ میں رہائش پزیر تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے بیٹے ثابت پیدا ہوئے جنہیں لے کر وہ بارگاہ مرتضوی میں پہنچے تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ثابت اور ان کی ذریت کے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔

آپ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کاروبار میں بیس سال کی عمر تک مصروف رہے، امام شعبی رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر علم دین کی • طرف متوجہ ہوئے، ابتداء میں ادب و انشاء اور کلام کی تعلیم حاصل کی، کچھ دنوں بعد فقیہ وقت امام حماد رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس سے وابستہ ہو کر فقہ، حدیث اور تفسیر کا درس لیا، جب تک امام حماد رضی اللہ عنہ حیات رہے، آپ نے اپنا حلقۂ درس شروع نہیں کیا، آپ نے ذوق علم کی تسکین کے لیے مکہ مدینہ اور بصرہ کے متعدد سفر کیے، حرمین شریفین میں کافی دنوں تک قیام کیا اور تابعین و مشائخ حدیث سے سماع حدیث کرتے رہے، آپ کے اساتذہ کی تعداد چالیس ہزار بتائی جاتی ہے۔

آپ کی خوش نصیبی تھی کہ آپ نے اس مبارک زمانہ میں آنکھ کھولی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ حیات تھے، ان کی زیارت کرکے شرف تابعیت سے مشرف ہوئے، آپ نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت عبداللہ بن حارث، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت معقل بن یسار، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم، آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ ہیں جن سے آپ کا سماعِ حدیث ثابت ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اگر علم ثریا پر معلق ہوتا تو اولاد فارس کے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی لے آتے۔" (مسند احمد) علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق آپ کی ذات ہے، آپ نے دو سال امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اکتساب فیض کیا، آپ فرماتے ہیں: **لو لا السنتان لهلك النعمان** (اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا)، جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے نانا جان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں

زندہ کروگے۔"

آپ اپنے وقت کے بے نظیر فقیہ، مجتہد اور امام الحدیث تھے، قدرت نے آپ کی ذات میں بے شمار خوبیاں جمع کر دی تھیں، آپ متقی، صاف و بے داغ کردار کے حامل، اور پرہیز گار عالم و فقیہ تھے، امام شافعی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:" جو آدمی فقہ میں ماہر ہونا چاہے وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا محتاج ہو گا، یہ بھی فرمایا کہ میں ابو حنیفہ سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں جانتا اور لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔"

آپ فقیہ و مجتہد ہونے کے ساتھ عمل صالح اور اخلاق حسنہ کا مثالی پیکر تھے ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اتباع سنت میں گزرتا، شریعت اسلامی کی نزاکتوں کا پورا خیال رکھتے، خدا ترسی اور ورع و تقویٰ کا یہ حال تھا کہ پوری پوری رات عبادت میں مشغول رہتے، ترہیب کی آیتوں پر بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے، قرآن مجید کی تلاوت سے غیر معمولی شغف تھا خصوصا رمضان میں ۶۱ قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔

آپ کے حلقۂ درس سے اکتساب کرنے والے خوش نصیبوں کی تعداد ہزاروں میں ہے، جن کا احاطہ دشوار ہے، مشہور تلامذہ یہ ہیں، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن زید، فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، وکیع بن جراح، عبد اللہ بن مبارک اور سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہم، آج دینی علوم کے تمام شعبوں میں آپ کے فیض کے دریا بہہ رہے ہیں، جب تک علم کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا، جب تک درس گاہوں میں فقہ و حدیث کا چرچا رہے گا زمانہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتا رہے گا۔

قطب العالم حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کے ملفوظات بنام "راحت القلوب"

میں ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ جب آخری مرتبہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو رات کے وقت کعبۃ اللہ کا دروازہ پکڑ کر ایک پاؤں پر کھڑے رہے اور نصف قرآن ختم کر دیا، پھر دوسرے پاؤں پر کھڑے رہے اور نصف دوسرا ختم کیا، پھر عرض کی:" میں نے جیسا کہ حق ہے تیری عبادت کرنے کا عبادت نہیں کی اور نہ ہی جیسا پہچاننے کا حق ہے تجھے پہچانا" ، غیب سے ندا آئی " ابو حنیفہ تم نے پہچان لیا، جیسے پہچاننے کا حق ہے اور میری تم نے عبادت کی جیسا کہ حق ہوتا ہے، ہم تجھے اور تیرے مقلدین کو بخش دیں گے۔"

آپ کا وصال ۲ شعبان المعظم ۱۵۰ھ کو ہوا، قاضیِ بغداد حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ نے وفات کے بعد آپ کو غسل دیا اور فرمایا "تم پر اللہ رحم فرمائے، تین سال سے افطار نہیں کیا اور چالیس سال سے رات کو کروٹ نہ لی ہم میں تم سب سے زیادہ فقیہ تھے اور سب سے زیادہ عبادت گذار تھے اور ہم میں سب سے زیادہ بھلائی کی خصلتوں کو جمع کرنے والے تھے اور جب دفن ہوئے تو بھلائی اور سنت کے ساتھ دفن ہوئے۔" آپ کی نماز جنازہ ازدحام کی وجہ سے پانچ بار ادا کی گئی، سب سے آخیر میں آپ کے صاحبزادہ حضرت حماد رضی اللہ عنہ نے امامت فرمائی۔

خوشخبری:

دوران زیارات مجھے یہ خوشخبری ملی کہ آج دربار غوث پاک رضی اللہ عنہ کے سائے میں محفل قصیدہ بردہ شریف کے لئے ہمیں میلاد ہال مل گیا ہے، لہذا آج وہاں بڑی محفل منعقد ہو گی جس میں قصیدہ بردہ شریف میں نے ہی پڑھنا ہے، میں نے بہت خوشی کے ساتھ اپنے ساتھیوں میں یہ اعلان کر دیا۔

یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے

غوث پاک رضی اللہ عنہ کی چوکھٹ پر پہلی حاضری:

اعظمیہ سے ہم بارگاہِ سلطانِ ولایت شہنشاہ سخاوت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے، یہ ہماری پہلی حاضری تھی، جب دربار میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ مخلوق کا سمندر دو عالم کی خیرات لینے حاضرِ دربار ہے، ہم نے مسجد میں نماز عشاء ادا کی پھر خلقت کے ہمراہ چوکھٹ ذیشان کی طرف بڑھنے لگے، ایک سریلی سے آواز کانوں میں رس گھولنے لگی،

غوث کا آستانہ سلامت رہے

قادری آستانہ سلامت رہے

ذوق و شوق کی ایک ملی جلی کیفیت نے ایسی رقّت طاری کردی جسے لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے، بالآخر وہ وقت بھی آپہنچا جب بارگاہ بالا کی چوکھٹ نظر آنے لگی اور ہم آہستہ آہستہ بہت قریب ہونے لگے، جب پاؤں چوکھٹ سے آگے بڑھا عین اسی وقت اعلان ہوا کہ اب دربار بند ہونے کا وقت ہے، لیکن ایک خاص رقت تھی جس نے مجھے اندر کی طرف کھینچ لیا اور اس رات دربار میں حاضری دینے والے آخری آخری عشاقان میں میرا بھی شمار ہوگیا، الحمد اللہ۔

علماءِ کرام، ساداتِ عظّام، ثناخواں حضرات اور کئیں نیک بندوں سے بزم ایسی سجی ہوئی تھی جس میں موجود تو سب ایک ساتھ تھے مگر حاضری انفرادی طور پر پیش کررہے تھے، کہیں ہلکی ہلکی سسکنے کی آواز، تو کہیں جالی تھام کر زاروقطار رونے کی کیفیت تھی، ہم بھی سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دورد تاج پڑھ کر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے یوں عرض گزار ہوئے کہ

میر بغداد میں لاچار ہوں شیأللّٰہ
دستگیری کا طلب گار ہوں شیأللّٰہ

یہاں کوئی بڑے سے بڑا تونگر ہی کیوں نہ آئے اسے بھی خود کو جھکانا پڑتا ہے، میرا مشاہدہ ہے کہ جو یہاں اپنا دامن خالی لیے حاضر ہوتا ہے وہی من کی مراد پاکر جاتا ہے اور ویسے بھی حقیقت یہی ہے کہ خالی برتن ہی بھرا جاسکتا ہے، یہ کوئی دنیاوی دربار نہیں کہ جہاں کسی کی ظاہری شان وشوکت اس کو سرخرو کرے بلکہ دربار غوثِ پاک رضی اللہ عنہ ہے، یہاں سرخرو وہی ہوتا جو متقی، پرہیز گار ہو۔

حاضری دے کر جب ہم لنگر خانہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کئی ہمارے قافلہ کے زائرین حاضری نہیں دے سکے، اسی دوران انڈیا سمیت کئی ممالک کے سنی دوستوں سے ملاقات بھی ہوئی، سبھی کے چہرے پر رونق تھے اور کیوں نہ ہوں آج حاضر اس بار گاہ میں ہیں جہاں حاضر ہونا بڑے نصیب کی بات ہے۔

دربار غوثیت میں محفلِ قصیدہ بردہ شریف:

کچھ دیر بعد میلاد ہال میں قصیدہ بردہ شریف کی محفل کا آغاز ہوا، قصیدہ بردہ شریف اتنا فصیح وبلیغ کلام ہے کہ ہم عجمی تو کیا اہل عرب بھی اسے سنتے ہی جھوم اٹھتے ہیں، اس قصیدہ میں ایسی روحانی چاشنی ہے کہ سننے والا کلام سمجھ نہ آنے کے باوجود بھی سنتا چلا جاتا ہے، آج غوث پاک رضی اللہ عنہ کی قربت میں مکمل قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کے لیے جس کا انتخاب ہوا وہ فقیر تھا، یہ بہت بڑی سعادت تھی جو جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ کی جانب سے فقیر کی ملی،

دیکھوں دیار تیرا یہی آرزو تھی میری

بن جائیں کام میرے جو اک نظر ہو تیری
داتا پیا کے صدقے ہو قبول میرا آنا
دربار غوث اعظم اب ہے میرا ٹھکانہ

ہم نے ابھی قصیدہ بردہ شریف شروع ہی کیا تھا کہ ہال بھرنا شروع ہو گیا، چوتھی فصل کی تلاوت جاری تھی کہ سرکار امین ملت حضور امین میاں برکاتی دام ظلہ کی تشریف آوری نے محفل کو مزید رونق بخش دی، ان کے لئے الگ سے مسند لگائی گئی تھی لیکن ان کے آتے ہی ناجانے میرے دل میں ایسا کیا خیال آیا کہ میں اپنی کرسی سے اتر کر نیچے لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا، ساتویں فصل جو کہ میلاد مصطفی ﷺ سے متعلق ہے شروع ہوئی تو سامعین پر ایک کیفیت طاری ہو گئی، حضور امین ملت بھی جھوم رہے تھے، اللہ اکبر کیا خوب ماحول تھا، یہ کیفیت محفل کے آخر تک برقرار رہی، دوران قصیدہ کئی علماء اور برصغیر پاک و ہند کے نامور نعت خواں بھی شاملِ محفل ہوئے، محفل پر ایک الگ ہی رنگ طاری تھا، جب نویں فصل پڑھی گئی تو ساتھ ہی اردو کی منقبتِ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ساتھ ساتھ پڑھتا رہا، حاضرینِ محفل کی آنکھیں اشک بار تھیں، میں اس شعر کی تکرار کرنے لگا۔

بھیک ملے گی تب جاؤں گا
ورنہ در پر مر جاؤں گا

آخری فصل سے پہلے میں نے اعلان کیا کہ وہ اشعار پڑھنے لگا ہوں جو ۲۰۱۴ میں سرکارِ غوث پاک رضی اللہ عنہ کی جالی مبارک کے سامنے پہلی مرتبہ حاضری کے موقع پر پڑھے تھے اور پھر یوں عرض گزار ہوا کہ:

یہیں پاتا ہے کہ ہر اک صاحبِ حاجت حاجت
قادری جائے کہیں اور تو غیرت غیرت
مثلِ شیاًللہ کروں نعرہ حضرت حضرت
غوث کے در سے نہ لے جاو گے حسرت حسرت
بس کہو حاضرِ دربار ہوں شیاًللہ

اسی اثناء میں سجادہ نشین دربارِ غوث الاعظم حضرت سیدی شیخ خالد الگیلانی زید مجدہ تشریف لائے اورآخری فصل وہ بھی ہمارے ساتھ جھوم جھوم کر پڑھنے لگے، قصیدہ بردہ شریف کے اختتام کے بعد سیدی شیخ خالد الگیلانی حفظہ اللہ نے انگریزی میں خطاب فرمایا، پھر صلوۃ و سلام سے یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

حضور امین ملت دام ظلہ نے فقیر پر بہت زیادہ شفقت فرمائی اور فرمایا ”آپ نے کمال کردیا“ ، مجھے اپنے دست اقدس سے تحفہ عطا فرمایا اور میری ڈائری میں میرے بارے میں کلماتِ خیر بھی لکھ کر دیے، یہ میرے لئے تو مثلِ نوبل پرائز تھا۔ (اس کا عکس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں) میں نے اس موقع پر الحاج اویس رضا قادری صاحب کو بہت یاد کیا، وہ اس سال کسی وجہ سے حاضر نہ ہوسکے، لیکن مجھے یاد بہت آئے اور مجھے اپنے اوپر ناز بھی ہونے لگا کہ پچھلے سال تک دربارِ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اتنے بڑے ہال میں اب تک ایسی بابرکت حاضری انہوں نے ہی پیش کی تھی اور آج ان کی غیر موجودگی میں یہ سعادت میرے حصے میں آئی جبکہ کئی معروف ثناء خواں اور علماء بھی وہاں موجود تھے۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

رات محفل سے فارغ ہو کر ہم اپنی قیام گاہ پر پہنچے، کھانا تناول کیا اور آرام کرنے لگے، اسی رات معلوم ہوا کہ معروف عالم دین اور مقبولِ عام سنی تنظیم دعوتِ اسلامی کے رکن شوری حاجی عبد الحبیب عطاری کی والدہ کا وصال ہو گیا ہے اور وہ پاکستان چلے گئے ہیں، ان للہ و انا الیہ راجعون، رب تعالی ان کی بخشش و مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، (یہاں ذکر اس لئے کیا کہ کچھ دیر پہلے ان سے میری لنگر خانے میں ملاقات ہوئی تھی)۔

حضور شہنشاہ اولیاء سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عبد القادر، کنیت ابو محمد، القاب محی الدین، پیرانِ پیر دستگیر، شیخ الشیوخ، محبوبِ سبحانی، قندیلِ لامکانی، قطبِ ربانی وغیرہ ہیں، آپ "غوث الاعظم" کے نام سے زیادہ مشہور ہیں، والد ماجد کا نام حضرت سیّد ابو صالح موسیٰ رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے، آپ نجیب الطرفین سیّد ہیں، والد ماجد کی طرف سے سلسلۂ نسب سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے اور والدہ ماجدہ کی طرف سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے، آپ یکم رمضان المبارک ۴۷۱ھ میں اس عالم امکان میں تشریف لائے، آپ بالاتفاق علماء واولیاء مادرزاد یعنی پیدائشی ولی تھے۔

آپ کی ولادت کے وقت پانچ کرامتوں کا ظہور ہوا، اوّل: جس شب آپکی ولادت ہوئی آپ کے والد سیّد ابو صالح رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

ہیں ارشاد فرماہے ہیں: "اے ابو صالح! اللہ تعالیٰ نے تجھے فرزند عطا کیا ہے وہ میرا محبوب ہے اور خدائے پاک کا محبوب ہے اور تمام اولیاء و اقطاب میں اس کا مرتبہ بلند ہے"، دوئم: جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے شانہ مبارک پر نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کا نقش موجود تھا، سوئم: آپ کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے عالم خواب میں بشارت دی کہ جو لڑکا تمہارے ہاں پیدا ہوا ہے وہ سلطان الاولیاء ہو گا، چہارم: آپ کی ولادت کی شب علاقۂ گیلان میں تقریباً گیارہ سو لڑکے پیدا ہوئے جو سب کے سب مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے، اس رات تمام علاقہ گیلان میں کوئی لڑکی پیدا نہیں ہوئی، پنجم: آپ رمضان المبارک کے مہینہ کی چاند رات کو پیدا ہوئے، دن کے وقت مطلق دودھ نہیں پیتے تھے البتہ افطار سے لے کر سحری تک والدہ ماجدہ کا دودھ پیتے تھے، ولادت کے دوسرے سال ابر (بادل) کی وجہ سے رویت ہلال کے متعلق کچھ شبہ پڑ گیا تھا لیکن جب وقت سحر کے بعد جناب آپ نے والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیا تو آپ کی والدہ سمجھ گئیں کہ آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے انہوں نے لوگوں کو یہ خبر سنائی اور بعد میں معتبر شہادتوں سے اس قیاس کی تصدیق بھی ہو گئی۔

آپ فرماتے ہیں: حج کے دن بچپن میں مجھے ایک مرتبہ جنگل کی طرف جانے کا اتفاق ہوا اور میں ایک بیل کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ اس بیل نے میری طرف دیکھ کر کہا: "اے عبد القادر رضی اللہ عنہ! تم کو اس قسم کے کاموں کے لئے تو پیدا نہیں کیا گیا۔" میں گھبرا کر گھر لوٹا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میدان عرفات میں لوگ کھڑے ہیں، اس کے بعد میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: آپ مجھے بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تا کہ میں وہاں جا کر علم دین حاصل کروں، والدہ ماجدہ نے مجھ سے

اس کا سبب دریافت کیا میں نے بیل والا واقعہ عرض کر دیا تو آپ کی والدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ ۸۰ دینار جو میرے والد ماجد کی وراثت تھے میرے پاس لے آئیں تو میں نے ان میں سے ۴۰ دینار لے لئے اور ۴۰ دینار اپنے بھائی سید ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ کے لئے چھوڑ دیئے، والدہ ماجدہ نے میرے چالیس دینار میری گدڑی میں سی دیئے اور مجھے بغداد جانے کی اجازت عنایت فرمادی، اور مجھے ہر حال میں راست گوئی اور سچائی کو اپنانے کی تاکید فرمائی اور جیلان کے باہر تک مجھے الوداع کہنے کے لئے تشریف لائیں۔

آپ اٹھارہ سال کی عمر میں تحصیلِ علم کے لئے بغداد تشریف لے گئے، آپ کو فقہ کے علم میں ابوسید علی مخرمی رحمۃ اللہ علیہ، علمِ حدیث میں ابو بکر بن مظفر رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر کے لئے ابو محمد جعفر رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساتذہ میسر آئے، آپ نے سیدنا ابو سعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

کسی نے آپ سے پوچھا: آپ نے اپنے آپ کو ولی کب سے جانا؟ ارشاد فرمایا کہ میری عمر دس برس کی تھی میں مکتب میں پڑھنے جاتا تو فرشتے مجھ کو پہنچانے کے لئے میرے ساتھ چلتے اور جب میں مکتب میں پہنچتا تو وہ فرشتے لڑکوں سے فرماتے کہ "اللہ عزوجل کے ولی کے بیٹھنے کے لیے جگہ کشادہ کر دو۔

آپ کو اللہ تعالی نے ولایت کے بلند و بالا مرتبہ پر فائز فرمایا کہ جب آپ نے باذن اللہ منبر پر اعلان فرمایا "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) تو اولیاء و اقطاب شرق و غرب میں جہاں کہیں بھی تھے، انہوں نے اپنی گردنوں کو جھکا

لیا، حتی کہ حضرت سیدنا شیخ علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور منبر شریف کے پاس جا کر آپ کا قدمِ مبارک کو اپنی گردن پر رکھ لیا، اس وقت خواجہ غریب نواز سیدنا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ملک خراسان کے دامنِ کوہ میں عبادت کیا کرتے تھے، یہاں بغداد شریف میں ارشاد ہوتا ہے اور وہاں غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر جھکایا اور اتنا جھکایا کہ سر مبارک زمین تک پہنچ گیا اور فرمایا: "بلکہ آپ کے دونوں قدم میرے سر پر ہیں اور میری آنکھوں پر ہیں۔"

آپ کے اخلاقِ حسنہ اور فضائلِ حمیدہ کی تعریف و توصیف میں کل اولیاء اللہ کے تذکرے بھرے پڑے ہیں، سیرت و کردار کے لحاظ سے کوئی بھی ولی اللہ آپ کا ہم پلہ نہیں ہوا، قدرت نے آپ کو ایسے اعلیٰ اخلاق و محامد سے متصف فرمایا تھا کہ آپ کے معاصرین آپ کی تحسین کئے بغیر نہیں رہتے تھے، آپ کی بے شمار کرامات ہیں، حضرت عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آپ کی کرامات حد تواتر سے ملتی ہیں، جتنی کرامات آپ سے صادر ہوئی ہیں اس قدر کسی دوسرے سے رونما نہیں ہوئیں۔"

آپ کا وصال ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۰ھ میں ہوا، وصال کے وقت آپ کی عمر شریف تقریبا ۹۰ نوے سال تھی، آپ کی نماز جنازہ حضرت سید سیف الدین عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

قادریوں کے لیے خوشخبری:

شیخ ابو سعود عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: "ہمارے شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنے مریدوں کے لئے قیامت تک اس بات کے ضامن ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی توبہ کئے بغیر نہیں مرے گا۔" (بہجۃ الاسرار)

حضرت بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قطب ربانی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ: کوئی شخص آپ کا نام لیتا ہے لیکن نہ تو اس نے آپ سے بیعت کی ہے اور نہ ہی آپ کا خرقہ پہنا ہے تو کیا وہ آپ کا مرید کہلا سکتا ہے؟، یہ سن کر آپ نے فرمایا: "جو شخص میری طرف منسوب ہو اور میرا نام لے اللہ عزوجل کے ہاں وہ مقبول ہو گا اور اللہ عزوجل اس پر مہربان ہو گا اگرچہ وہ برے عمل ہی کیوں نہ کرتا ہو اور وہ میرا مرید ہے، بے شک میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں اور میرے ہم مذہبوں اور میرے دوستوں کو جنت میں داخل کریگا۔" (بہجۃ الاسرار)

مریدی لاتخف کہہ کر تسلی دی غلاموں کو
قیامت تک رہے بے خوف بندہ غوث اعظم کا

۸ ربیع الآخر، ۲۷ دسمبر ۲۰۱۷، بروز بدھ

کرخ کا قبرستان

بعد نماز ظہر ہم کرخ کے قبرستان "مقبرۃ باب الدّیر" روانہ ہوئے، یہ قبرستان بغداد شریف کے ریلوے پھاٹک کے قریب وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا ہے، جس میں ہزاروں اولیائے کرام، علمائے عظام رضی اللہ عنہم آرام فرما رہے ہیں، جس طرح بغداد دنیا کے قدیم شہروں میں سے ایک ہے، اسی طرح یہاں کا قبرستان بھی دنیا کا ایک قدیم قبرستان ہے۔

مزار شریف سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ

ہم نے قبرستان میں داخل ہونے سے قبل سب سے پہلے قبرستان سے باہر ہی حضرت ذوالنون

مصری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دی، آپ کی سیرت کے چند پہلو بیان کیے اور فاتحہ خوانی کی۔

سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام ثوبان اور لقب ذوالنون ہے، آپ تبع تابعین میں سے ہیں، اہل معرفت اور مشائخ طریقت میں آپ بڑے برگزیدہ تھے، آپ نے ریاضت و مشقت اور طریقِ ملامت کو پسند رکھا تھا، مصر کے تمام رہنے والے آپ کے مرتبہ کی عظمت کو پہنچاننے میں عاجز رہے اور اہل زمانہ آپ کے حال سے ناواقف رہے، یہاں تک کہ مصر میں کسی نے بھی آپ کے حال و جمال کو انتقال کے وقت تک نہ پہنچانا، جس رات آپ نے رحلت فرمائی تو اس رات ستر لوگوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "خدا کا ایک محبوب بندہ دنیا سے رخصت ہو کر آرہا ہے، میں اس کے استقبال کے لئے آیا ہوں"

یوسف بن حسین کہتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ اسم اعظم جانتے تھے، میں مصر گیا اور ایک سال ان کی خدمت کی، پھر گزارش کی: استاذِ محترم! میں نے ایک سال آپ کی خدمت کی ہے، اب میرا آپ پر ایک حق ہے، مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ اسم اعظم جانتے ہیں، آپ نے اچھی طرح میری جانچ پڑتال کرلی ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بھی اس امانت کا حق دار نہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اسم اعظم سکھا دیں، آپ کچھ دیر خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا، گویا آپ نے مجھے یہ اشارہ کیا کہ عنقریب بتا دیں گے، چھ مہینے کے بعد آپ نے مجھے ایک برتن دیا جو رومال سے ڈھانپا ہوا تھا، آپ حیرہ میں رہتے تھے، آپ نے فرمایا: فطاط میں ہمارے فلاں دوست کے پاس لے جاؤ اور یہ برتن انہیں دے دینا، میں نے وہ برتن اٹھایا اور چلتا رہا، اسی سوچ میں تھا کہ حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ جیسا شخص فلاں کو تحفہ بھیج رہا ہے، ؟ یہ کیا

چیز ہو سکتی ہے، مجھ سے صبر نہ ہو سکا، اس دوران میں دریائے نیل کے پل پر پہنچ گیا تھا، میں نے ڈھکن اٹھایا تو ایک چوہے نے چھلانگ لگائی اور بھاگ گیا، مجھے سخت غصہ آیا، میں نے سوچا حضرت بھی عجیب آدمی ہیں، مجھ سے مذاق کرتے ہیں، میں غصہ سے بھرا ہوا واپس آیا، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے کو دیکھ کر سب کچھ سمجھ گئے، آپ نے فرمایا: "احمق؟ ہم نے ایک چوہا بطور امانت دے کر تمہیں آزمایا لیکن تم آزمائش میں کامیاب نہیں ہوئے، اسم اعظم جیسی امانت کی حفاظت کیسے کروگے؟"

جب آپ نے وفات پائی تو آپ کی پیشانی پر یہ لکھا تھا "**هذا حبيب الله مات في حب الله و هذا قتيل الله**" (یہ اللہ کا محبوب ہے، اللہ کی محبت میں فوت ہوا ہے اور یہ خدا کا شہید ہے)، لوگوں نے جب آپ کا جنازہ کندھوں پر اٹھایا تو فضا کے پرندوں نے پر باندھ کر جنازہ پر سایہ کیا، ان واقعات کو دیکھ کر اپنے کئے ہوئے ظلم و جفا پر لوگ پشیمان ہوئے اور صدق دل سے توبہ کرنے لگے۔

مزار شریف سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ و سیدنا سری سقطی رضی اللہ عنہ

ہم قبرستان میں داخل ہوئے، عصر کا وقت ہو چکا تھا، سب سے پہلے سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے ساتھ متصل مسجد میں نماز عصر ادا کی، پھر سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے، آپ کے مزار شریف کے ساتھ ہی آپ کے پیر و مرشد سیدنا سری سقطی رضی اللہ عنہ کا مرقد انور موجود ہے، یہاں صاحبانِ مزار کا تعارف بیان کیا اور مختصر فاتحہ خوانی کی۔

سیدنا سری سقطی رضی اللہ عنہ

آپ کا اسمِ گرامی سر الدین، کنیت ابو الحسن ہے، آپ سری سقطی سے مشہور ہیں، آپ

کے والدِ گرامی کا نام حضرت مغلس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تھا، آپ کی ولادت ۱۵۵ھ کو بغداد شریف میں ہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم قریبی مکتب سے حاصل کی، آپ نے حضرت معروف کرخی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور فضیل بن عیاض رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے اکتسابِ فیض فرمایا اور درجۂ کمال پر فائز ہوئے، اس اعتبار سے آپ تبع تابعین میں سے ہیں، آپ حضرت شیخ معروف کرخی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے مرید و خلیفہ ہیں، آپ اہل تصوف کے امام اور اصنافِ علم میں کمال رکھتے تھے، علم و ثبات کے پہاڑ اور مروت و شفقت میں یکتائے زمان تھے، اور رموز و اشارات میں یگانۂ روزگار تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ "چالیس برس سے میرا نفس شہد کا آرزومند ہے، مگر میں نے اس کو نہیں دیا"، آپ فرماتے تھے کہ "میں دن میں چند بار آئینہ دیکھتا ہوں کہ کہیں شامتِ اعمال سے میرا چہرہ سیاہ تو نہیں ہوگیا"، حضرت جنید بغدادی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے شیخ طریقت جیسا کامل کسی کو بھی نہیں دیکھا" اور حضرت بشر حافی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا کہ "میں آپ کے سوا کسی سے سوال نہ کرتا تھا کیونکہ میں آپ کے زہد و تقویٰ سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ جب آپ کے دستِ مبارک سے کوئی چیز باہر جاتی ہے تو آپ خوش ہوتے ہیں۔"

سید الطائفہ جنید بغدادی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے ہمیں بیماری کی وجہ معلوم نہیں تھی، میں آپ کا قارورہ شیشی میں ڈال کر ایک حکیمِ حاذق کے پاس لے گیا، وہ بڑی دیر تک اس کو دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ "یہ قارورہ کسی عاشق کا ہے"، میں یہ سن کر بیہوش ہوکر گر پڑا اور شیشی میرے ہاتھ سے گر گئی، جب ہوش آنے پر میں آپ کی خدمت میں آیا تو سب حال عرض کیا، آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا واقعی وہ طبیب قارورہ کو خوب پہچانتا ہے، میں نے عرض کی کیا قارورہ میں بھی عشق ظاہر ہوجاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

آپ نے اپنے وصال سے قبل سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرمائی کہ "اے جنید! خلق کی صحبت کی وجہ سے حق سے غافل نہ ہونا"، آپ کا وصال ۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ ۹۸ برس کی عمر میں ہوا۔

سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام جنید، کنیت ابو القاسم، اول لقب سید الطائفہ ہے، آپ کی ولادت ۲۱۸ھ میں بغداد شریف میں ہوئی، آپ حضرت خواجہ شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ کے بھانجے، مرید اور خلیفہ اکبر و جانشینِ اعظم تھے، آپ ایام طفولیت ہی سے با ادب با فراست ذکی و فہیم طالب تھے، اکثر اپنے ماموں شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور فیض صحبت سے مستفیض ہوا کرتے۔ علم فقہ علامہ ابو ثور ابراہیم بن خالد الکلبی رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا جو کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، لیکن اگر کبھی آپ کے ہاں محب فی اللہ آجاتے تو آپ روزہ افطار کر دیتے، اور فرماتے کہ بھائی مسلمانوں کے ساتھ موافقت کرنے کا فضل روزہ کے فضل سے کمتر نہیں۔

ایک جمعرات کو آپ نے حضرت رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں "اے جنید! تو وعظ کہہ"، آپ جب بیدار ہوئے اس خواب کا حال حضرت شیخ رضی اللہ عنہ سے کہنے چلے، انہوں نے خود ہی فرمایا کہ "اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہوا تم کو وعظ کہنا ضروری ہے، کیونکہ تمہارا وعظ اہلِ عالم کی نجات کا سبب ہو گا"، پس آپ نے وعظ کہنا قبول کیا، آپ نے فرمایا میں اس شرط پر وعظ کہوں گا کہ میرے وعظ میں چالیس آدمیوں سے زیادہ لوگ نہ ہوں، جس روز آپ نے وعظ فرمایا، چالیس آدمیوں میں سے اٹھارہ آدمی جان بحق اور بائیس آدمی بیہوش

ہو گئے۔۔

ایک بزرگ نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ جلوہ افروز ہیں، اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ بھی خدمت میں حاضر ہیں، اسی اثناء میں ایک شخص آیا اور ایک فتویٰ پیش کیا، حضور رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنید کو دو تا کہ وہ جواب دیں، اُس نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ اس حال میں کہ خود آپ موجود ہیں تو حضرت جنید رضی اللہ عنہ کو کیونکر دوں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ "انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنی ساری امتوں پر فخر تھا مجھ کو جنید رضی اللہ عنہ پر ہے۔"

آپ کا وصال بروز جمعہ وقت نمازِ ظہر ۲۷ رجب المرجب ۲۹۷ھ میں بغداد شریف میں ہوا، آپ اپنے پیر حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

دیگر مزارات

یہیں قریب میں حضرت سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام، سیدنا بہلول دانا، حضرت ابراہیم خواص، حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہم کے مزارات بھی موجود ہیں، ہم نے ان کی بھی زیارت کی۔

سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام

یوشع بن نون یوسف علیہ السلام کے بیٹے افریئم کی اولاد سے تھے، آپ موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ان کے خادم تھے اور ان کی وفات کے بعد انکے خلیفہ و جانشین بنے اور آپ کو نبوت ملی، قرآن میں آپ کا نام تو نہیں آیا مگر سورہ کہف میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جس نوجوان کا ذکر آیا ہے وہ آپ ہیں۔

آپ نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ میں اللہ تعالی کا نبی ہوں اور اللہ تعالی نے مجھے قوم

جبارین سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے، بنی اسرائیل نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی، پھر انہوں نے بنی اسرائیل کے ساتھ اُرِیحا (نامی بستی) کا قَصد فرمایا، اُن کے پاس تابوتِ میثاق بھی تھا انہوں نے چھ مہینے تک اس بستی کا احاطہ کیے رکھا، ساتویں مہینے اس بستی کی دیواریں گرانے میں کامیاب ہوئے، تو انہوں نے بستی میں داخل ہو کر قوم جبارین سے جہاد شروع کر دیا، یہ جمعہ کا دن تھا، پورے دن جہاد ہوتا رہا لیکن ابھی جہاد مکمل نہ ہوا تھا۔ قریب تھا کہ سورج غروب ہو جاتا اور ہفتے کی رات شروع ہو جاتی (ان کی شریعت میں ہفتہ کو جہاد جائز نہ تھا) چنانچہ، حضرت یوشع علیہ السلام کو خوف ہوا کہ کہیں اُن کی قوم عاجز نہ آجائے، آپ نے اللہ تعالی سے دعا کی: اے اللہ سورج کو واپس لوٹا دے۔ پس اللہ تعالی نے ان کے لیے سورج کو ٹھہرا دیا اور غروبِ آفتاب سے قبل انہیں فتح نصیب ہو گئی، آپ کی قیادت میں بنی اسرائیل نے عمالقہ اور دیگر جابر قوموں اور فلسطینیوں کو شکست دی۔

سیدنا بہلول دانا رضی اللہ عنہ

حضرت بہلول دانا رضی اللہ عنہ خلیفہ ہارون رشید کے دور میں ایک درویش اور مجذوب صفت بزرگ تھے، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ آپ کی حکمت بھری باتوں سے کبھی کبھار محظوظ ہوا کرتے تھے، عام لوگ انہیں ایک دیوانہ اور مستانہ تصور کرتے تھے، کیونکہ وہ دنیاوی آلائشوں سے دور رہتے تھے، ہارون رشید بھی ان کی باتوں سے ظرافت کے مزے لیا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ ہارون رشید کے پاس پہنچے، ہارون رشید نے ایک چھڑی اٹھا کر دی، مزاحاً کہا کہ بہلول یہ چھڑی تمہیں دے رہا ہوں، جو شخص تمہیں اپنے سے زیادہ بے وقوف نظر آئے اسے دے دینا، آپ نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ چھڑی لے کر رکھ لی اور واپس چلے آئے، بات آئی گئی ہو گئی،

شاید ہارون رشید بھی بھول گئے ہوں گے، ایک عرصہ کے بعد ہارون رشید کو سخت بیماری لاحق ہوگئی، بچنے کی کوئی امید نہ تھی، اطباء نے جواب دیدیا، آپ عیادت کے لئے پہنچے اور سلام کے بعد پوچھا، امیر المومنین کیا حال ہے؟ امیر المومنین نے کہا! کیا حال پوچھتے ہو بہلول؟ بڑا لمبا سفر درپیش ہے، کہاں کا سفر؟ جواب دیا: آخرت کا، آپ نے سادگی سے پوچھا، واپسی کب ہوگی؟ جواب دیا بہلول! تم بھی عجیب آدمی ہو، بھلا آخرت کے سفر سے بھی کوئی واپس ہوا ہے، بہلول نے تعجب سے کہا، اچھا آپ واپس نہیں آئیں گے، تو آپ نے کتنے حفاظتی دستے آگے روانہ کئے اور ساتھ ساتھ کون جائے گا؟ جواب دیا: آخرت کے سفر میں کوئی ساتھ نہیں جایا کرتا، خالی ہاتھ جارہا ہوں، آپ نے کہا: اچھا اتنا لمبا سفر کوئی معین ومددگار نہیں، ہارون رشید کی چھڑی بغل سے نکال کر کہا: لیجئے یہ چھڑی اور یہ امانت واپس ہے، مجھے آپ کے سوا کوئی انسان اپنے سے زیادہ بے وقوف نہیں مل سکا، آپ جب کبھی چھوٹے سفر پر جاتے تھے، تو ہفتوں پہلے اس کی تیاریاں ہوتی تھیں، حفاظتی دستے آگے چلتے تھے، حشم وخدام لشکر میں ہمرکاب ہوتے تھے، اتنے لمبے سفر میں جس میں واپسی بھی ناممکن ہے، آپ نے تیاری نہیں کی، ہارون رشید نے یہ سنا تو روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور کہا: اے بہلول ہم تجھے دیوانہ سمجھا کرتے تھے، مگر آج پتہ چلا کہ تمہارے جیسا تو کوئی دانا نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ

آپ کا نام ابراہیم، کنیت ابو اسحاق ہے، حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوالحسین نوری رضی اللہ عنہما کے معاصرین اور احباب میں سے تھے، حضرت خضر علیہ السلام سے بھی زیارت اور صحبت کا شرف حاصل تھا، جذب کی کیفیت میں رہتے تھے، خاصان درگاہ الٰہی میں بلند مقام پر تھے،

آپ بے پناہ متوکل اور قناعت کے مالک تھے، لوگ آپ کو رئیس المتوکلین کہا کرتے تھے۔

آپ نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دن میں ایک وادی میں توکلاً علی اللہ سفر کر رہا تھا ایک شخص میرے پاس آیا مجھے سلام کیا اور ساتھ رہنے کی اجازت مانگی، میں نے محسوس کیا کہ وہ مسلمان نہیں ہے، میں نے اسے کہا جہاں میں جارہا ہوں وہاں تم نہیں جاسکتے، اس نے گزارش کی کہ آپ کے ساتھ جانا فائدہ سے خالی نہ ہو گا اور ساتھ ہو لیا، سفر میں پانچ دن رات کچھ کھائے پیے بغیر گزر گئے تو وہ مجھے کہنے لگا، اے توکل پر چلنے والے، اب تو گستاخی کر کے اللہ سے کچھ کھانے کے لیے مانگ لو، میں نے اللہ سے دعا مانگی اور کہا اے اللہ مجھے اس بیگانہ دین سے شرمسار نہ کرنا کچھ کھانے کا بندوبست کر دے، میں نے دیکھا ایک طبق اترا اس میں کھانے کا سامان بھرا پڑا ہے، ہم دونوں بیٹھ گئے اور پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا اب سات دن مزید سفر کرتے رہے اور کچھ نہ کھایا پیا، میں نے کہا اب تم اپنے خدا سے کچھ کھانے کو مانگو، اس نے بھی میری طرح آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کھانا طلب کیا، میں نے دیکھا کہ دو طبق آسمان سے اترے جن میں کئی قسم کے کھانے تھے، میں حیران رہ گیا، وہ میری حیرانی کو تاڑ گیا، کہنے لگا حضرت حیران نہ ہوں مجھے بھی مسلمان کیجیے، یہ سب کچھ آپ کی صحبت کا فیض ہے یہ دونوں طبق آپ کی کرامت ہیں، میں نے اللہ سے دعا کی تھی اللہ اپنے اس بندے کی طفیل آج کھانا بھیج، اس دن سے وہ شخص مسلمان ہو گیا اور تربیت حاصل کر کے کامل انسان بن گیا۔

آپ کا وصال ۲۹۱ھ میں ہوا، مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں شیخ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بیان کی ہے کہ "حضرت شیخ ابراہیم جیسا پُر ہیبت ولی اللہ دیکھنے میں نہیں آیا" نیز فرماتے ہیں کہ "میں نے آج تک کسی ولی اللہ کی قبر سے اتنی ہیبت نہیں

پائی جتنی حضرت ابراہیم خواص کی قبر سے آتی تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک شیر ہے جو سویا ہوا ہے اور ابھی اٹھ بیٹھے گا۔"

حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت فارس میں ہوئی نام حبیب، کنیت ابو محمد تھی، حبیب عجمی نام سے شہرت پائی، شروع میں بڑے مالدار تھے، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سارا مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا، آپ سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے مرید تھے اور پہلی صدی ہجری کے مشائخ تصوف میں شمار ہوتے ہیں، آپ کے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی، آپ کی زوجہ محترمہ گندھا ہوا آٹا رکھ کر پڑوس سے آگ لینے گئی تھیں تاکہ روٹی پکائیں۔ آپ نے وہی آٹا اٹھا کر سائل کو دے دیا، جب وہ آگ لے کر آئیں تو آٹا نہ پایا آپ نے فرمایا: اسے روٹی پکانے کے لیے لے گئے ہیں، بہت پوچھا تو آپ نے خیرات کر دینے کا واقعہ بتایا وہ بولیں: سبحان اللہ عزوجل! یہ تو اچھی بات ہے مگر ہمیں بھی تو کچھ کھانے کے لئے درکار ہے! اتنے میں ایک شخص ایک برتن گوشت سے بھرا ہوا مع روٹی لے آیا، آپ نے فرمایا: دیکھو تمہیں کس قدر جلد لوٹا دیا گیا، گویا روٹی بھی پکا دی اور گوشت کا سالن مزید بھیج دیا۔

ایک دن آپ کی بیوی نے تنگدستی اور فقر و فاقہ کی شکایت کی اور مشورہ دیا کہ وہ گوشہ نشینی کی بجائے کچھ کمائے، آپ نے کہا: فکر نہ کرو میں صبح سے مزدوری پر جاؤں گا اور تمہارے لیے بہت کچھ کما کر لاؤں گا، دوسرے روز بھی ایک کونے میں جا کر سارا دن یادِ الٰہی میں گزار دیا، رات کو بیوی نے مزدوری طلب کی، تو آپ نے بتایا کہ آج جس کی مزدوری کی ہے اس نے نقد نہیں دیا فکر نہ کرو کل لاؤں گا وہ ایسی ذات ہے کہ بے طلب مزدوری ادا کر دیا کرتا ہے،

مجھے روزانہ طلب سے شرم محسوس ہوتی ہے، اب میں دس دن کے بعد مزدوری طلب کروں گا، عورت نے بڑی تکلیف سے دس دن نکالے دسویں دن حبیب گھر کو آرہے تھے دل میں شرما رہے تھے آج بھی خالی ہاتھ ہوں، بچوں کے لیے کیا لے کر گھر جاؤں، ادھر اللہ تعالیٰ نے حبیب کے گھر ایک شخص کو بھیجا جو ایک بوری آٹا اور ایک بھنی ہوئی بکری حبیب کی بیوی کو دے آیا، ایک اور شخص گھی اور شہد پہنچا آیا اور ایک اور شخص تیس ہزار دینار کی تھیلی دے کر کہنے لگا آپ کے خاوند جس شخص کے گھر مزدوری کرتے ہیں، اس نے ساری چیزیں بھیجی ہیں، اب حبیب کو کہہ دیں کہ اگر وہ زیادہ محنت سے کام کرے گا تو اسے زیادہ مزدوری دی جائے گی، رات کے وقت آپ شرم سار خالی ہاتھ گھر لوٹے اور اپنی بیوی کو جواب دینے کو کوئی بہانہ سمجھ میں نہ آرہا تھا گھر سے مزے دار کھانے کی خوشبو آئی بیوی خوش خوش سامنے آئی اور کہا کہ ”جس شخص کے پاس کام کرتے ہو وہ تو بڑا سخی ہے یہ چیزیں اور اتنی رقم پہنچا کر کہہ گیا ہے کہ اور محنت کرو زیادہ مزدوری ملے گی۔“ یہ سنتے ہی حبیب عجمی کے آنکھوں سے آنسوں رواں ہوگئے۔ آپ کے سنِ وصال میں اختلاف ہے، بعض نے ۱۵۱ھ لکھا اور بعض کے نزدیک ۱۲۰ھ سن وصال ہے۔

مزار شریف سیدنا معروف کرخی رضی اللہ عنہ

ہمیں اجالا چھٹ جانے سے پہلے حضرت سیدنا معروف کرخی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا تھا، نیز آپ کا مزار قبرستان کی دوسری طرف ہے، لہذا ہم سواری میں اس طرف روانہ ہوئے، مزار شریف پر حاضر ہو کر مختصر محفل کی، صاحب مزار کے حالاتِ زندگی اختصار کے ساتھ بیان کیے، فاتحہ خوانی کی، پھر مزار سے متصل مسجد میں نماز مغرب کے لیے حاضر ہوئے، یہ مسجد بہت

عالی شان اور خوبصورت ہے جو قبرستان سے کچھ اوپر کی طرف بنی ہوئی ہے، اگر اس مسجد کو فضا سے دیکھا جائے یا اس کا فضائی منظر محفوظ کیا جاے تو ایسا محسوس ہوگا کہ جیسے کوئی بڑی سی آنکھ ہمیں دیکھ رہی ہے، پاک و ہند کے کئی جید علماءِ کرام کی موجودگی اور ان کی اجازت سے امامت کا شرف مجھ فقیر کو ملا، الحمد للہ۔ نمازِ مغرب سے پہلے ہم نے اوپر سے حاضری دی تھی اور اب نماز کے بعد ہم نے اندر اصل مزار پاک میں حاضری دی، راستہ بہت چھوٹا سا تھا جو دو سے تین منزلہ نیچے تھا، صاحب مزار کے بھائی حضرت یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے چلہ گاہ کی بھی زیارت ہوئی، باہر آتے ہوئے نیچے کی طرف علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف ہے، وہاں بھی فاتحہ خوانی کی، نیز یہیں قریب میں زبیدہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا کی قبر اور حضرت سیدنا منصور حلاج رضی اللہ عنہ کا مزار شریف بھی ہے۔

حضرت سیدنا معروف کرخی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام معروف، کنیت ابو المحفوظ اور لقب اسد الدین ہے، والد ماجد کا نام فیروز یا فیروزان تھا، عیسائی مذہب سے تعلق تھا، اسلام لانے کے بعد ان کا نام علی رکھا گیا، آپ دوسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے، آپ کے والدین نصرانی تھے، انہوں نے آپ کو ایک معلم کے پاس بھیجا معلم نے کہا کہو ثالث ثلاثة، آپ نے کہا: میں تو ھو اللہ احد کہتا ہوں، استاد نے خوب مارا مگر آپ اس بات پر ڈٹے رہے، آخر کار اس سے بھاگ کر شہزادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا، والدین کے اکلوتے تھے، اس لئے وہ بھی بے قرار تھے، جب کچھ عرصے کے بعد گھر پہنچے تو والد نے پوچھا کہ تم نے کونسا دین اختیار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، آپ کے والدین بھی یہ بات سنتے ہی

مسلمان ہو گئے۔

آپ اپنے زمانہ کے مقتدائے صدر طریقت ،رہنمائے راہ حقیقت ،عارف اسرار الٰہی، قطب وقت اور مستجاب الدعوات تھے، آپ حضرت امام علی رضا،اور حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے اور ان سے ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کی اور بلند مقام پر فائز ہوئے، مخدوم شیخ علی الہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ معروف کرخی رضی اللہ عنہ ساداتِ مشائخ سے تھے، اور مردانگی میں مشہور اور پرہیز گاری میں معروف تھے، آپ کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحیٰ بن معین رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آیا کرتے اور آپ سے اکتساب فیض کرتے اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفۂ اعظم تھے۔

شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تجھ کو خدا تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو اُس کو قسم دے کہ یا رب بحق معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے میری حاجت روائی کر، فی الفور تیری حاجت پوری ہو گی۔" آپ کا وصال ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ کو ہوا ،خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آپ کی قبر مبارک حاجتیں اور ضرورتیں پوری ہونے کے لیے مجرّب (یعنی آزمودہ) ہے۔"

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

ابو الثناء شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الآلوسی ۱۴ شعبان ۱۲۱۷ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے، "آلوس" ایک گاؤں تھا جو بغداد اور ملک شام کے درمیان کے راستے میں ایک مقام پر واقع تھا، مشہور عربی تفسیر روح المعانی آپ کی تالیف ہے، آپ کی متعدد تصنیفات و تالیفات ہیں، کیوں کہ آپ نے اپنا اکثر وقت تالیف و تصنیف میں گزارا، ۲۵ ذوالقعدہ ۱۲۷۰ کو

آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔

حضرت سیدنا منصور حلاج رضی اللہ عنہ

آپ کا نام حسین اور والد کا نام منصور، کنیت ابو المغیث اور لقب: حلاج ہے جبکہ آپ عوام میں ''منصور حلاج'' کے نام سے معروف ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۲۴۳ھ بمقام ''طور'' بیضاء، ایران میں ہوئی، آپ کے دادا آتش پرست اور اپنے وقت کے بہت بڑے فلسفی ،اور فلسفے کے معلم تھے، آپ کے والد نے اپنا آبائی مذہب ترک کرکے دینِ اسلام قبول کر لیا تھا، ریشمی کیڑے پالنا اور پھر ان سے کپڑے تیار کرنا ان کا مشغلہ تھا۔

حلاج عربی زبان کا لفظ ہے، اردو میں اس کا مطلب ہے ''دھنیا'' یعنی روئی اور بنولے کو الگ الگ کرنے والا، آپ اس لقب سے اس لئے مشہور ہوگئے کہ ایک بار آپ روئی کے ایک ڈھیر کے قریب سے گزرے، ایک نگاہ کی تو روئی اور بنولے علیحدہ علیحدہ ہوگئے، اس دن سے آپ کو حلاج کہا جانے لگا۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں ہی عام بچوں سے مختلف تھے، اپنے ہم عمر بچوں سے علیحدہ اور خاموش رہتے تھے، فضول گوئی، ہنسی مذاق سے اجتناب کرتے اور اپنی ذات میں گم رہتے تھے، یہاں تک کہ لوگ ''مستانہ'' کہنے لگے۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور علمِ حدیث، فقہ، تفسیر، تصوف اور علم الکلام نیز تمام علومِ مروجہ میں دسترس حاصل کی، آپ کا زیادہ میلان تصوف کی طرف تھا، اس لئے تحصیل علوم کے بعد حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے عظیم صوفی اور مدرس تھے، دوسال تک ان کے مدرسۂ تصوف میں رہے، اور یہی سب سے پہلے آپ کے شیخِ طریقت بھی ہیں۔ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے علیحدہ ہو کر بصرہ چلے گئے، بصرہ بھی آپ کے لئے سازگار ثابت نہ ہوا، اس

لئے یہاں سے بغداد کی طرف ہجرت کرنا پڑی، مشائخِ بغداد اور بالخصوص حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے علمی استفادہ کیا، وہاں سے حجاز مقدس گئے اور حجاز مقدس سے صوفیاء کی ایک جماعت کے ساتھ پھر بغداد واپس آ گئے، آپ حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ طریقت میں منسلک ہو گئے، اور ایک عرصے تک ان کی صحبت میں رہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ سر مستانِ بادۂ وحدت اور مشتاق جمال احدیت گزرے ہیں، اور نہایت قوی الحال مشائخ میں سے تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: ''حضرت سیدی حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ اکابر اہلِ حال سے تھے، ان کی ایک بہن ان سے بدرَجہا مرتبۂ ولایت ومعرِفت میں زائد تھیں، وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتیں، ایک دن ان کی آنکھ کھلی، بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتا نہ چلا، اُن کو وسوسہ گزرا، دوسری شب میں سونے کی حالے میں جاگتے رہے، آپ کی بہن اپنے وقت پر اُٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہو لئے، دیکھتے رہے، آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اُترا اور ان کے دہن مبارک (یعنی مُنہ شریف) کے برابر آ لگا، انہوں نے پینا شروع کیا، اِن سے صبر نہ ہو سکا، بے اختیار کہہ اُٹھے کہ بہن! تمہیں اللہ کی قسم کہ تھوڑا میرے لئے چھوڑ دو، انہوں نے ایک جُرعَہ (یعنی ایک گھونٹ) چھوڑ دیا، انہوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بُوٹی، ہر درودیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا'' اَنَا لَاَحَقُّ '' بیشک میں سب سے زیادہ اس کا سزاوار (یعنی حق دار) ہوں۔ لوگوں کے سننے میں آیا ''اَنَاالْحَقُّ ''(یعنی میں حق ہوں) وہ اسے دعوۂ خدائی سمجھے، اور یہ (یعنی خدائی

کا دعوی) کفر ہے اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے مر تد ہے اور مر تد کی سزا قتل ہے۔

آپ کی شہادت ۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ میں ہوئی، آپ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ پہلے آپ کے اعضا کاٹے گئے، کوڑے برسائے گئے، آنکھیں نکالیں گئیں، زبان کاٹی گئی، پھر بے دردی سے سولی پہ چڑھایا گیا، حاضرین نے سنا کہ آپ کے ایک ایک عضو سے انا لاحق انا لاحق کی آواز آرہی ہے آپ کا ایک ایک عضو علیحدہ کر دیا گیا خون کے قطرے قطرے سے صدائے انالاحق انالاحق سنائی دی جانے لگی۔ آپ کے جسم کو جلا دیا گیا مگر خاکستر کے ایک ایک ذرہ سے صدائے انالاحق سنی جاتی رہی، تیسرے دن آپ کی خاکستر کو دریائے دجلہ میں بہا دیا گیا، دریا میں ایک تلاطم برپا ہو گیا اور وادی دجلہ انالاحق کے شور سے گونج اٹھی، کہتے ہیں کہ آپ نے تختہ دار پر آنے سے پہلے اپنے ایک قریبی ساتھی کو بتایا تھا کہ جب آپ کی خاکستر دریائے دجلہ میں پھینکی جائے گی تو دوسرے دن دریائے دجلہ میں ایک طوفانی سیلاب آئے گا اور اس کی موجیں بغداد شہر کی دیواروں سے ٹکرانا شروع کر دیں گی، اس وقت میری یہ قمیص دریا کے سامنے لے جا کر کہنا اے دجلہ تجھے حسین بن منصور کی اس قمیص کے پیش نظر شہر سے ہٹ جانا چاہیے، واقعتاً ایسا ہی ہوا، اس دوست نے حضرت کی قمیص سامنے کی اور اس طرح دریائے دجلہ کا رُخ بدل گیا، سیلاب تھم گیا اور شہر بغداد بچ گیا۔ اتنے ظلم و ستم کے باوجود آپ کے باقی ماندہ اعضاء اور خاکستر کو جمع کیا گیا اور آپ کا مزار تعمیر کیا گیا۔

زبیدہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا

زبیدہ بنت جعفر ہاشمی خاندان کی چشم و چراغ تھیں، یہ خلیفہ ہارون الرشید کی چچازاد بہن اور بیوی تھیں ان کا نام امۃ العزیز تھا، آپ کو زبیدہ نام سے سب پکارنے لگے اور اصلی نام گویا

بھول گئے، آپ نہایت خوبصورت اور ذہین و فطین تھیں، جب جوان ہوئیں تو خلیفہ ہارون الرشید سے آپ کی شادی ہو گئی، یہ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی، آپ کی خدمت کے لئے ایک سو نوکرانیاں تھیں، جن کو قرآن کریم یاد تھا اور وہ ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتی تھیں، آپ کے محل میں سے قرات کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آتی رہتی تھی، آپ خود بھی کثرت سے عبادت و ریاضت میں مصروف رہتی تھیں۔

جب آپ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ آئیں اور آپ نے جب اہل مکہ اور حُجاج کرام کو پانی کی دشواری اور مشکلات میں مبتلا دیکھا تو آپ کو سخت افسوس ہوا، چنانچہ آپ نے اپنے اخراجات سے ایک عظیم الشان نہر کھودنے کا حکم دے کر ایک ایسا فقید المثال کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا، مکہ مکرمہ سے ۳۵ کلومیٹر شمال مشرق میں وادی حنین کے "جبال طاد" سے نہر نکالی گئی، اس عظیم منصوبے پر اس وقت کے سترہ لاکھ دینار خرچ ہوئے۔ جب نہر کی منصوبہ بندی شروع ہوئی تو اس منصوبہ کا منتظم انجینئر آیا اور کہنے لگا: آپ نے جس کام کا حکم دیا ہے اس کے لئے کثیر اخراجات درکار ہیں، کیونکہ اس کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹنا پڑے گا، چٹانوں کو توڑنا پڑے گا، نشیب و فراز کی مشکلات سے نمٹنا پڑے گا، سینکڑوں مزدوروں کو دن رات محنت کرنی پڑے گی، تب کہیں جا کر اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

یہ سن کر ملکہ زبیدہ نے کہا: "اس کام کو شروع کر دو، خواہ کلہاڑے کی ایک ضرب پر ایک دینار خرچ آتا ہو"، اس طرح جب نہر کا منصوبہ تکمیل کو پہنچ گیا تو منتظمین اور نگران حضرات نے اخراجات کی تفصیلات ملکہ کی خدمت میں پیش کیں، اس وقت ملکہ دریائے دجلہ کے

کنارے واقع اپنے محل میں تھیں، ملکہ نے وہ تمام کاغذات لئے اور انہیں کھول کر دیکھے بغیر دریابرد کر دیا اور کہنے لگیں: یاالٰہی!"میں نے دنیا میں کوئی حساب وکتاب نہیں لینا، تو بھی مجھ سے قیامت کے دن حساب نہ لینا"،

آپ کا وصال ۲۶ جمادی الاول ۲۱۶ھ میں بغداد میں ہوا۔

دربارِ غوث پاک رضی اللہ عنہ

کرخ کے قبرستان سے برکات سمیٹنے کے بعد ہم دربارِ شاہ جیلاں میں پہنچے، آج بھی دنیا کے کونے کونے سے متوالے حاضرِ دربار ہونے کے لیے یہاں آئے ہوئے ہیں، ہم نے عشاء کی نماز ادا کی اور پھر بڑی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ،

یہاں سب کی بھرتی ہیں جھولیاں
یہ بڑے سخی کا ہے آستاں

حاضری کے بعد ایک بار پھر حضور امین ملت دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات اور ان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف ملا، آپ مہمان خانہ میں جلوہ فرما تھے، علمائے کرام اور نعت خواں حضرات بھی موجود تھے، وہاں محفل منعقد ہوئی، عربی حضرات نے بھی قصائد پیش کیے، حضور امین ملت مد ظلہ العالی نے شان غوث پاک میں رضی اللہ عنہ منقبت پیش کی، صلوۃ و سلام سے یہ محفل اختتام کو پہنچی، ہم کچھ دیر حضرت کی بارگاہ میں بیٹھے رہے، پاکستان کے حالات پر گفتگو ہوئی، اور دعائیں لیتے ہوئے ہم رخصت ہوئے، قیام گاہ آ گئے۔

۱۰ ربیع الآخر، ۲۸ دسمبر ۲۰۱۷، بروز جمعرات

حسب معمول نماز فجر اور دیگر اوراد و وظائف سے فراغت کے بعد، ناشتہ کیا اور پھر ہم

مدائن کے لئے روانہ ہو گئے۔

سلمان پاک / مدائن

سلمان پاک کا پرانا نام مدائن ہے لیکن دونوں ناموں سے مشہور ہے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، جو بغداد شریف سے تقریبا ۵۰ کلو میٹر کے فاصلے پر یہ شہر دریائے دجلہ کے قریب واقع ہے، یہاں کی سیکورٹی شہر کے مقابلے میں زیادہ سخت ہے، جنگی حالات میں یہ شہر فوجی مورچہ بندیوں کا شکار رہا ہے، قدیم شہروں میں اس کا بھی تذکرہ ملتا ہے، عہد نبوی میں یہ ایران کی ساسانی حکومت کا پایا تخت تھا، ۱۶ ھ، خلافت فاروقی میں مجاہدین نے اس علاقہ کو فتح کیا اور مملکت عراق میں پہلا جمعہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امامت میں ایوان کسری میں ادا کیا گیا۔

ہم نعتیں اور مناقب پڑھتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور جامع مسجد جو وسیع رقبہ پر پھیلی ہوئی ہے پہنچے، اسی مسجد کے احاطہ میں، تین صحابہ کرام حضرت سلمان فارسی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعی حضرت سیدنا طاہر رضی اللہ عنہ کے مزارات ہیں، ہم نے ان مزارات پر حاضری دی، صاحبان مزار کی مختصر سیرت بیان کی اور فاتحہ خوانی کی۔

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور اصحاب میں سے ہیں، ابتدائی طور پر ان کا تعلق آتش پرست مذہب سے تھا مگر حق کی تلاش ان کو اسلام کے دامن تک لے آئی، آپ نسبی تعلق سے مجوسی تھے، مجوسی نام مابہ تھا، اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا اور بارگاہِ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابو عبد اللہ آپ کی کنیت ہے۔

آپ کا دل سچ کی تلاش میں تھا، پہلے آپ نے عیسائیت اختیار کی اور حق کی تلاش جاری

رکھی، مختلف علاقوں میں مختلف راہبوں کی صحبت میں رہے، آخر میں آپ عموریہ کے ایک راہب کے پاس رہے، جب اسکی بھی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ تو اس نے کہا کہ "اب زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں جو کہ ہمارے طریقہ پر چل رہا ہو البتہ نبی آخر الزمان ﷺ کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب ہے، وہ دینِ ابراہیمی پر عرب میں پیدا ہوں گے، انکی ہجرت کی جگہ ایسی زمین ہے جہاں کھجوریں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں، وہ نبی ﷺ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ قبول نہیں کریں گے، ان کے دونوں شانوں (کندھوں) کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی، اگر تجھ سے ہو سکے تو ان کی سر زمین پر پہنچ جا۔"

اس کے مرنے کے بعد قبیلہ بنو کلب کے چند تاجر وہاں سے گزرے تو آپ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو تو میں بدلے میں تمہیں گائے اور بکریاں دے دوں گا، انہوں نے قبول کر لیا اور مجھے اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے آئے۔ میں نے گائے اور بکریاں ان کو دے دیں مگر انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے اپنا غلام ظاہر کیا اور مکہ مکرمہ میں بیچ دیا۔ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے آیا، مدینہ منورہ پہنچتے ہی میں پہچان گیا کہ یہ وہی جگہ ہے جسکی نشاندہی عموریہ کے پادری نے کی تھی، میں مدینہ میں رہتا رہا کہ حضور پاک ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

آپ ﷺ قبا میں تشریف فرما تھے، اطلاع ملتے ہی جو کچھ میرے پاس تھا میں لے کر حاضر ہو گیا اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کا مال ہے، تو آپ ﷺ نے خود تناول نہ فرمایا اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم کھالو! میں خوش ہو گیا کہ ایک علامت تو پوری ہوئی، پھر مدینہ آ گیا اور کچھ جمع کر کے خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ بھی مدینہ تشریف لا چکے تھے، میں نے

کچھ کھجوریں اور کھانا پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے، تو آپ ﷺ نے اس میں سے تناول فرمایا، میں نے دل میں کہا کہ دوسری علامت بھی پوری ہوگئی، اسکے بعد میں ایک مرتبہ پھر حاضر ہوا، اسوقت آپ ﷺ بقیع میں کسی صحابی کے جنازے کے لیے تشریف فرما تھے، میں نے سلام کیا اور پشت کی طرف گھومنے لگا، آپ ﷺ میری منشاء سمجھ گئے اور کمر سے چادر کو ہٹا دیا، میں نے مہر نبوت کو دیکھا اور جوش میں اس پر جھک گیا، اس کو چومتا رہا اور روتا رہا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے آؤ، میں سامنے آیا اور سارا قصہ سنایا۔

آپ غلامی کے بندھن میں بندھے ہوئے تھے، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مالک سے بدل کتابت طے کرلو، آپ نے اس سے طے کیا، بدلِ کتابت میں دو چیزیں مقرر ہوئیں۔ ایک یہ کہ چالیس اوقیہ سونا نقد (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) دوسری یہ کہ تین سو کھجور کے درخت لگاؤں اور انکی پرورش کروں اور پھل لانے تک ان کی خبر گیری کرتا رہوں، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کھجوریں لگائیں جو کہ اسی سال پھل لے آئیں اور اتفاق سے کسی جگہ سے سونا بھی آگیا، جو نبی کریم ﷺ نے آپ کو مرحمت فرمادیا کہ جاؤ اور اس کو بدلِ کتابت میں ادا کردو، آپ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ کافی نہیں ہوگا، یہ تھوڑا ہے اور بدلِ کتابت کی مقدار بہت زیادہ ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالی اسی سے پورا فرمادے گا۔" چنانچہ میں لے کر گیا اور بدلِ کتابت اس میں سے دے دیا۔

غزوہ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی میں حضرت سلمان سب سے زیادہ سرگرم تھے۔ اس پر مہاجرین نے کہا کہ "سلمان ہمارا ہے" انصار نے یہ سنا تو کہا "سلمان ہمارا ہے" رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا **"سلمان منااهل البیت"** یعنی

سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے، اس لئے سلمان کو مہاجرین یا انصار کے بجائے (بطورِ تکریماً) اہل بیت میں شمار کیا گیا ہے۔

ان کا زہد وورع اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے، اس کی ادنی مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہیں بنایا، جہاں کہیں دیوار یا درخت کا سایہ ملتا پڑے رہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کے لیے مکان بنادوں؟ فرمایا: مجھ کو اس کی حاجت نہیں، وہ پیہم اصرار کرتا رہا، یہ برابر انکار کرتے رہے، آخر میں اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بناؤنگا، فرمایا: وہ کیسا ہو گا؟ عرض کیا کہ اتنا مختصر کہ کھڑے ہوں تو سر چھت سے مل جائے اور اگر آرام کریں تو پیر دیواروں سے لگیں، فرمایا خیر اس میں کوئی مضائقہ نہیں؛ چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنادی۔

۱۰ رجب المرجب ۳۳ہجری ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کا انتقال مدائن میں ہوا۔

حضرت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

آپ کا نام حذیفہ، کنیت ابو عبد اللہ ہے، آپ کے والد کا نام حسل اور لقب یمان تھا، آپ نے اپنے والد کے ساتھ ایمان قبول کیا اور ہجرت کر کے مدینہ شریف تشریف لائے، آپ کے والد شہیدانِ احد میں سے ہیں، غزوہ بدر میں شریک نہ تھے، کیونکہ مشرکوں نے ان سے عہد لے لیا تھا کہ ہم سے نہ لڑنا انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم لڑیں یا نہ لڑیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں بلکہ اپنے عہد کو پورا کرنا چاہیے اور اللہ سے ان کے مقابلہ میں مدد مانگنی چاہیے۔"

آپ نبی ﷺ سے فتنہ کے حالات بہت پوچھا کرتے تھے تاکہ اس سے بچیں، ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ سخت فتنہ کونسا ہے آپ نے فرمایا: "یہ کہ نیکی اور بدی دونوں تمہارے سامنے پیش کی جائیں اور تم نہ سمجھ سکو کہ کس کو اختیار کریں۔" منافقین کے حالات رسول خدا ﷺ نے سوائے آپ کے کسی کو نہیں بتائے تھے، اس لیے آپ صاحب سر رسول اللہ ﷺ کہلاتے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو حذیفہ سے پوچھتے تھے اگر وہ اس کی نماز میں شریک ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھاتے اور اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہ شریک ہوتے تو خود بھی نہ جاتے۔

محمد بن سیریں رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ جب کسی کو حاکم مقرر کرتے تھے تو اس کے پروانہ میں لکھ دیتے تھے کہ میں فلاں شخص کو مقرر کرتا ہوں اور اسے میں نے فلاں فلاں بات کا حکم دیا ہے مگر جب انھوں نے آپ کو مدائن کا حاکم مقرر کیا تو ان کے پروانے میں لکھا کہ اے لوگوں ان کی بات سنو اور مانو اور جو کچھ یہ مانگیں ان کو دو چنانچہ جب یہ مدائن پہنچے تو وہاں کے سرداروں نے ان کا استقبال کیا جب انھوں نے اپنا پروانہ پڑھا تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ جو چاہیں مانگیں، آپ نے کہا: "کہ میں تم سے کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جو میں کھا لیا کروں اور اپنے گدھے کا چارہ مانگتا ہوں جب تک میں تمہارے یہاں رہوں۔" پھر یہ وہاں مقیم رہے ایک بار حضرت عمر نے انھیں لکھا کہ میرے پاس چلے آؤ پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو راستہ میں چھپ کے بیٹھے رہے، جب ان کو اسی حال میں دیکھا جس حال میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گئے تھے تو آئے اور ان سے لپٹ گئے اور کہا کہ "تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔"

آخری عمر مدائن میں گزاری، آپ کا وصال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن کے بعد سن ۳۵ھ میں ہوا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ معروف صحابی حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، آپ کے والد شہیدانِ احد میں سے ہیں، آپ ہجرت مدینہ سے تقریباً پندرہ سال پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا، کم عمری میں اسلام لائے اور بے شمار غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

آپ سات بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے اور غزوہ احد میں والد گرامی کی شہادت کے بعد ان کی کفالت کی تمام تر ذمے داری، اور والد محترم کے ذمے واجب الادا قرضوں کی ادائیگی کا بوجھ آپ کے ناتواں کندھوں پر آگیا تھا، بہنوں کی کفالت کی کے لیے آپ نے اپنے سے عمر میں کافی بڑی ایک خاتون سے شادی کرلی، تاکہ وہ آپ کی بہنوں کا خیال رکھ کر والدین کی کمی کا احساس نہ ہونے دے، آپ کے والد کے ذمے واجب الادا قرضوں کی ادائیگی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاونت فرمائی اور یہ بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ کھجوروں کے ایک ہی ڈھیر میں اللہ تعالیٰ نے وہ برکت عطا فرمائی کی، تمام قرض خواہوں کا قرضہ ادا ہوگیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکمِ مبارک پر (بھوک کی شدت کی وجہ سے) پتھر بندھا ہوا تھا، آپ فرماتے ہیں کہ خود ہماری یہ کیفیت تھی کہ ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی، آپ گھر آئے تو ایک بکری کا بچہ اور تھوڑے سے جو کے علاوہ کچھ بھی موجود نہیں تھا، آپ نے حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو تین افراد

کا کھانا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا یہ کھانا تو بہت ہے پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اعلان فرما دیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں دعوت ہے، سب چلیں، آپ جلدی جلدی گھر پہنچے اور اطلاع دی کہ حضور اکرم ﷺ ہی نہیں تشریف لا رہے، بلکہ تمام مہاجرین وانصار کو بھی اپنے ساتھ لا رہے ہیں، وہ بھی صحابیہ تھیں، بجائے پریشان ہونے کے انھوں نے آپ سے پوچھا: حضور ﷺ نے تم سے کھانے کے متعلق پوچھ لیا تھا؟ آپ نے کہا ہاں! آپ کی اہلیہ فرمانے لگیں: "پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ جانیں"، رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کا ظہور ہوا کہ کھانا تو کم تھا لیکن تمام صحابہ نے پیٹ بھر کھانا کھایا پھر بھی کھانا بچ گیا۔

آپ کو حصولِ علم کا بہت شوق تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ کو کسی حدیث کے متعلق علم ہوتا کہ وہ فلاں آدمی کے پاس ہے تو اس کے حصول کے لیے زاد سفر باندھ لیتے، یہی وجہ ہے کہ آپ سے ۱۵۰۰ سے زیادہ احادیث روایت کی گئی ہیں، یوں آپ کا شماران صحابہ میں ہوتا ہے جن سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں۔

آپ نے نبی کریم ﷺ کی طویل العمری کی بشارت کے سبب تقریباً ۹۴ سال کی عمر پائی اور ۷۸ھ میں وفات پائی، آپ کے قدموں میں ہی تابعی بزرگ حضرت طاہر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما رہے ہیں۔

جسم تر و تازہ:

یہ ۱۹۳۲ء کی بات ہے کہ عراق کے اس وقت کے بادشاہ شاہ فیصل کو خواب میں صحابیِ رسول ﷺ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی، جو رازدانِ رسول ﷺ کہلاتے

تھے، انھوں نے بادشاہ سے کہا:" اے بادشاہ! میری اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی قبر میں دجلہ کا پانی داخل ہو گیا ہے، لہٰذا ہماری قبر کشائی کر کے ہمیں کسی اور جگہ منتقل کر دو"، ایک سے زائد بار بادشاہ کو یہی خواب دکھائی دیا، چنانچہ سرکاری سطح پر اس کا اہتمام کیا گیا اور ان دونوں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبریں سیکڑوں لوگوں کی موجودگی میں کھولی گئیں، حاضرین میں مفتیِ اعظم فلسطین، مصر کے بادشاہ شاہ فاروق اور دیگر اہم افراد بھی شامل تھے، یہ دیکھ کر تمام عوام وخواص حیرت زدہ رہ گئے کہ اتنا طویل ترین عرصہ بیت جانے کے باوجود ان دونوں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اجسام حیرت انگیز طور پر تروتازہ تھے اور یوں لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی ابھی دفنائے گئے ہوں، ان کے کفن تک سلامت تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ خود بھی زندہ اور گہری نیند میں ہوں، ان دونوں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں اور ان سے ایک عجیب سی روشنی خارج ہو رہی تھی، جسے دیکھنے والوں کی آنکھیں حیران رہ گئیں، ہزاروں لوگوں نے ان بزرگوں کی زیارت کی، بادشاہ نے ان اصحاب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اجسام کی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بالکل قریب سلمان پاک نامی جگہ میں تدفین کروادی، کہا جاتا ہے کہ اس وقت روس سے منگوائے گئے کیمرے بھی نصب کیے گئے تھے، اور کئی غیر مسلم اسلام لے آئے تھے۔

کسریٰ کا محل:

ہم مزارات سے کسری کا محل دیکھنے پہنچے، کسی زمانہ میں یہاں وقت کے بادشاہ قیام کرتے تھے اور دنیا میں دوسری بڑی سلطنت تھی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس محل کے ۱۴ مینار گر گئے اور اس محل میں دراڑیں پڑ گئیں، آج بھی اسے سرکاری سطح پر اسی

طرح رکھا گیا ہے کہ یہ سرکار ﷺ کی آمد پر رونما ہونے والا ایک معجزہ ہے، اور اعلان کر رہا ہے کہ اب دنیا پر حکومت صرف رسول اللہ ﷺ کی ہوگی، ہم نے مختصر نعت خوانی کی، آمد سرکار ﷺ سے متعلق کلام پڑھے اور نعرے لگائے نیز زائرین اپنے موبائل میں ان مناظر کو محفوظ کر رہے تھے۔

بڑی گیارہویں شریف

ظہر ہم نے ہوٹل میں آکر باجماعت ادا کی، ظہرانہ تناول کیا، کچھ دیر آرام کرنے کے بعد نماز عصر ادا کی اور تیاریوں میں مشغول ہو گئے، کیونکہ چند ہی لمحوں بعد وہ رات آنے والی تھی جس کا انتظار سبھی کو شدت سے تھا، نماز مغرب کے بعد گروپ کی طرف سے ہم سب زائرین کو جھنڈے اور خوبصورت نعلین پاک والی چادر کا تحفہ دیا گیا، لبیک یارسول اللہ ﷺ کے نعروں کی گونج میں ہمارا قافلہ سواریوں میں دربار کے قریب پہنچا، رش کے باعث ہمیں دربار سے کچھ فاصلے پر اتار دیا گیا، ہم جلوس کی شکل میں مناقب پڑھتے پڑھتے آگے بڑھنے لگے، شاہ جیلاں رضی اللہ عنہ کے منگتوں کا ہجوم تھا جو دنیا بھر سے یہاں اپنی خالی جھولیاں بھرنے آئے ہوئے تھے، ہمارا قافلہ جھنڈوں، نعروں کے ساتھ چادر کے سائے میں داخل ہوا، لوگ اپنے اپنے موبائل میں ان پُر کیف مناظر کو محفوظ کرنے لگے، باہر صحن میں بس یہی صدا بلند ہو رہی تھی مرحبا یا غوث پاک، مرحبا یا غوث پاک، چوکھٹ پر حاضر ہونے سے قبل ہم نے باہر اجتماعی دعا کی اور اندر چادر لے کر داخل ہوئے، مناقب پڑھتے پڑھتے کچھ دیر بعد ہماری بھی حاضری ہوئی۔

میراں بنے ہیں دولہا محفل سجی ہوئی ہے
سب اولیاء براتی کیا خوب ہے نظارہ

حاضری دے کر ہم سب مسجد والے حصے میں آ گئے، نماز عشاء ادا کی اور محفل ختم قادریہ سجائی، ہمارے ساتھ کئی لوگ شامل ہو گئے، روحانیت کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک کی آنکھوں سے اشک رواں تھے وقتِ دعا اور صلوٰۃ وسلام والی کیفیت بھی عجب دیدنی تھی جس کو ہمارے ساتھیوں نے ریکارڈ بھی کیا، تجدید ایمان کے بعد جب لوگوں سے مصافحہ کیا تو اندازہ ہوا کہ ایک جم غفیر علماء، سادات اور ثناء خواں حضرات کا ہمارے ساتھ موجود تھا، معمول کے مطابق لنگر خانہ میں کھانا تناول کیا، پھر ہم دوبارہ دربار شریف میں آ گئے، زائرین نے وہاں بچوں میں نیاز تقسیم کی، وہ منظر بھی دیدنی تھا جب ہر طرف محبت والے محفل سجائے سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مناقب میں رطب اللسان تھے۔

کاش! ایسا ہوتا کہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے سب ملکر ایک ہی بزم سجا لیتے جو زیادہ پر اثر ہونے کے ساتھ ساتھ درسِ اتحاد و اتفاق کا ذریعہ بنتی، جب میں نے محفل شروع کی تو مجھے بتایا گیا کہ ہمارے سامنے تین مختلف محافل سجی ہوئی ہیں، سب کا تعلق پاکستان سے ہے اور اکثریت کراچی کی ہے، لیکن سب نشستوں میں قلیل تعداد موجود ہے، لہذا میں نے اپنا سلسلہ موقوف کر کے ان سب محافل میں حاضری دی اور مناقب پڑھ کر دل معطر کیا، یہ رات ہماری انہیں مشاغلِ خیر میں بسر ہوئی۔

۱۱ ربیع الآخر، ۲۹ دسمبر ۲۰۱۷، بروز جمعہ

زائرین رات کے تھکے ہوئے تھے، بشری تقاضوں کے تحت ہم نے بڑے دن کوئی خاص بڑا سلسلہ نہ رکھا، زائرین جمعہ کے لئے تیار ہو کر دربار کی طرف روانہ ہو گئے مسجد کا احاطہ اور سڑکیں بھر چکیں تھیں، ایک حسین منظر تھا، وہ بھی کیا وقت ہو گا جب جمعہ کا خطبہ پڑھنے والے آقائے

قادریت شہنشائے معرفت، سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہونگے اور سننے والے وقت کے اولیاء و مشائخ، کیا معرفت کے دریا پھوٹ رہے ہونگے، درجات ولایت طے ہو رہے ہونگے، سبحان اللہ۔

دیگر مزارات:

جمعہ کا مبارک یوم اور بغداد شریف کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں میں ہمارا آخری دن تھا، دن چھوٹے اور راتیں لمبی تھیں، عصر کا وقت ہو چکا تھا، ہم دربار غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اطراف میں جو بزرگ ہستیاں آرام فرما رہی ہیں ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے، سب سے پہلے شہزادۂ غوث الوری سیدنا شیخ عبد الجبار رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے، پھر امام غزالی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر پہنچے، وہیں عصر کی نماز ادا کی، فاتحہ خوانی کی اس کے بعد دیگر دو بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ ہندی رضی اللہ عنہما (پانی والا مزار) کے مزارات پر حاضری کا شرف ملا، نیز فاتحہ خوانی کی۔

مزار شریف سید شیخ عبد الجبار رضی اللہ عنہ

آپ کا مزار سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے احاطہ میں ہے، آپ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، فقہ کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی، اعلی درجہ کے خوشنویس تھے،. اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بے مثال تھے، آپ کی والدہ ماجدہ ایک مینارہ نور تھیں، جن کی صحبت نے آپ کو بہت فائدہ پہنچایا، ۱۱۷۹ء میں بغداد شریف میں وفات پائی اور اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی محمد، کنیت ابو حامد ہے، غزالی آپ کے اسم مبارک کے ساتھ آبائی

پیشے کے حوالے سے تھا، غزالی کا مفہوم سوت کاٹنے والا کا ہے اور آپ کے والد ریشد (روئی، دھاگہ، سوت) فروش تھے، آپ ۴۵۰ھ میں خراسان کے شہر طوس میں پیدا ہوئے۔

آپ نے فقہ کی کتابیں علامہ احمد بن محمد راذکانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، پھر جرجان میں ابونصر اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور ان کے ارشادات کو قلم بند کیا، جب وطن واپس آئے تو راستے میں ڈاکوؤں نے آپ کا سامان لوٹ لیا، جس میں استاد گرامی کے ان خطبات کا مجموعہ بھی تھا، آپ کو بہت صدمہ ہوا، اسے واپس لینے کے لئے آپ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا میں اپنے مال و اسباب میں سے صرف وہ کاغذی علمی مجموعہ طلب کر سکتا ہوں، ڈاکوؤں کا سردار یہ سن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ تم نے خاک سیکھا، ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے ہوگئے، اس نے کاغذ واپس کر دیئے، آپ کے دل میں اس ڈاکو کے جملے نے بہت اثر کیا، چنانچہ وطن پہنچ کر آپ نے سارا مجموعہ حفظ کر لیا، اس کے بعد نیشاپور میں امام الحرمین امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے اصولِ دین، اختلافی مسائل، مناظرہ، منطق، حکمت اور فلسفہ وغیرہ میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔

آپ کو حجۃ الاسلام اسی لیے کہتے ہیں کہ آپ نے خداداد علم و دانش اور فکر و فلسفہ کے ذریعے اسلامی افکار، عقائد کا تحفظ فرمایا، آپ اپنے زمانے کے اہل علوم و فنون میں ممتاز تھے اور ہر دل عزیز تھے، آپ نے فقہ، اصول فقہ، فلسفہ، کلام، منطق، تصوف اور اخلاقیات پر سو سے زائد کتابیں لکھیں جن کے کئی زبانوں میں ترجمے ہوئے، فرانس کے بڑے کتب خانے میں آپ کی مشہور تصنیف احیاء العلوم کے عبرانی اور فرانسیسی تراجم موجود ہیں۔

آپ تقریباً نصف صدی آسمانِ علم و حکمت کے اُفق پر آفتاب بن کر چمکتے رہے، ۵۰۵ھ میں

وصال فرماگئے، بوقتِ وصال آپ کی عمر مبارک ۵۵ سال تھی۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام شہاب الدین عمر، کنیت ابو حفص اور القاب شیخ الاسلام، شیخ الشیوخ، بانیِ سلسلہ سہروردیہ ہیں، آپ کا سلسلہ نسب تیرہویں پشت میں سیدنا امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ کی ولادت رجب المرجب ۵۳۹ھ میں زنجان (آذربائیجان کا دارالحکومت) کے نواحی قصبہ "سہرورد" میں ہوئی، آپ نے اس وقت کے اکابر علماء ومشائخ محدث ابن نجار، محدث شیخ ابو الغنائم، شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہم سے علوم کی تحصیل کی، آپ کا شمار اپنے وقت کے عظیم علماء میں ہوتا تھا، یہی وجہ تھی کہ اس وقت کے جید علماء ومشائخ اپنے مسائل کے حل کیلئے آپ کی بارگاہ میں رجوع کرتے تھے۔

آپ اپنے چچا شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے، مگر حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی غوث الاعظم حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بھی آپ نے فیوض و برکات حاصل فرمائے، آپ شافعی المسلک، زبردست فقیہ اور اپنے وقت کے عظیم مجتہد تھے۔ سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ اے عمر! تم سرزمین عراق کے آخری مشہور انسان ہو۔

حضرت محبوبِ سبحانی رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد سرزمینِ عراق میں آپ کے پائے کا کوئی بزرگ نہیں تھا، آپ اپنی خانقاہ تک محدود نہ رہے، بلکہ آپ ملکی حالات اور عالمِ اسلام کے معاملات پر گہری نظر رکھتے تھے، جہاں کہیں خلافِ شرع امور دیکھتے تو آپ میدانِ عمل میں آجاتے تھے، پورا عالم بالعموم اور برصغیر (پاک وہند) بالخصوص آپ کے فیض سے مستفیض

ہوا، ایک مقام پر آپ نے ارشاد فرمایا: **"خلفائی فی الھند کثیرۃ"** (میرے خلفاء ھند میں زیادہ ہیں) شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی، مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی، شیخ نجم الدین کبریٰ، شیخ فرید الدین عطار، سلطان سخی سرور آپ کے خلفاء میں مشہور ہیں۔ آپ کا وصال یکم محرم الحرام ۶۳۲ھ کو ہوا۔

شیخ ہندی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام محمد، کنیت ابو الخمرۃ اور لقب ہندی تھا، آپ سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، جب آپ بغداد تشریف لائے تو غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے آستانے پر ۱۴ سال رہائش پذیر رہے، اس لیے کہ آپ تعلیم کے حصول کے لیے بے قرار رہتے تھے، آپ نے علومِ نقلیہ و عقلیہ کا حصول بغداد میں متبحر علماء سے کیا، اس کے بعد مسندِ تدریس پر فائز ہوئے، اپنے مریدین اور محبین کو علم سے بہرہ ور کرتے رہے، آپ کے یہاں بڑی علمی محافل کا انعقاد ہوتا اور جگہ کی کشادگی کی وجہ سے دوسرے ملکوں سے بھی لوگ آپ کی زیارت و علمی محافل میں شرکت کے لیے حاضر ہوتے، یہاں تک کہ اب بھی لوگوں کا مزار شریف پر رش لگا رہتا ہے، آپ کا مزار باب الشیخ دربارِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے بالکل قریب ہی ایک چھوٹی سی گلی میں ہے، مرقدِ مبارک تقریباً ۸ سے ۱۰ فٹ زیرِ زمین ہے، قبرِ انور کے اطراف میں پانچ پانچ فٹ پانی موجود ہے۔

غوث پاک رضی اللہ عنہ کا مدرسہ

مزارات سے فیوض و برکات سمیٹ کر ہم غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مدرسہ **مدرسة الشیخ عبد القادر الگیلانی** میں حاضر ہوئے، یہ مزار شریف کی پچھلی جانب ہے، اندر داخل ہوئے، تمام زائرین کو اس مدرسہ کی فضیلت بیان کی، پھر زائرین کو طلباء کی جگہ بٹھا کر علم دین حاصل

کرنے کی فضیلت پر احادیث طیبہ بیان کرنے کا شرف ملا۔

حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایک جوان حاضر ہوا اور آپ سے عرض کرنے لگا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے میں نے آج رات ان کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ عذاب قبر میں مبتلا ہیں انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں جاؤ اور میرے لئے ان سے دعا کا کہو، آپ نے اس نوجوان سے فرمایا **"کیا وہ میرے مدرسہ کے قریب سے گزرا تھا؟"** نوجوان نے عرض کی: جی ہاں، پھر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی، دوسرے روز وہ نوجوان دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ "میں نے آج رات اپنے والد کو سبز حلہ زیب تن کیے ہوئے خوش و خرم دیکھا ہے، انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں عذاب قبر سے محفوظ ہو گیا ہوں اور جو لباس تو دیکھ رہا ہے وہ حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی برکت سے مجھے پہنچایا گیا ہے پس اے میرے بیٹے! تم ان کی بارگاہ میں حاضری کو لازم کر لو" تو آپ نے فرمایا **"میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس مسلمان کے عذاب میں تخفیف کروں گا جس کا گزر تمہارے مدرسۃ المسلمین پر ہو گا"** (بہجۃ الاسرار)

الوداعی حاضری

عشاء کا وقت ہو چکا تھا، ہم غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار شریف میں الوداعی حاضری دینے کے لیے پہنچے، اگلی صبح ہم نے کربلا معلی کی طرف سفر کے لئے روانہ ہونا تھا، نماز عشاء با جماعت ادا کی، پھر حاضری کے لئے ہم کافی دیر ہجوم میں کھڑے رہے مگر دروازہ نہ کھلا، وہاں مجھ فقیر کی واقفیت ہے اس لیے مجھے کئی بار ہجوم سے الگ حاضری دینے کی دعوت موصول ہوئی مگر میں نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر اس طرح جانا مناسب نہ سمجھا، اس مرتبہ یہ بات بہت زیادہ

محسوس ہوئی کہ یہاں وی آئی پی ماحول بہت زیادہ تقویت پا چکا ہے، گھنٹوں انتظار کرنے والے شخص کی باری نہیں آتی، مجھے اس بات پر کامل یقین ہے کہ جنہوں نے یہاں تک بلا لیا ہے وہ آگے بھی ضرور کرم فرمائینگے وہ اللہ پاک کی دی ہوئی قوت سے دور و نزدیک کی پکار سنتے ہیں بلکہ دلوں کے حال سے بھی واقف ہوتے ہیں، ان کی بارگاہ میں چوکھٹ پر ہی حاضری یقیناً شرف کی بات ہے لیکن ایسا نہیں وہ کرم اسی وقت فرمائیں جب بندہ چوکھٹ پر حاضر ہو، دنیا کے جس حصہ سے کوئی بھی سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو دل سے پکارے گا وہ ضرور کرم فرمائیں گے، ان شاء اللہ، ہاں ہر ایک کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ جب اتنی قربت مل چکی ہے اب اور بھی قریب پہنچ جائیں، بہر کیف ہمیں اس وقت تو موقع نہ ملا اور ہم مسجد میں آگئے، مناقب پڑھنے لگے، اچانک اعلان ہوا کہ ابھی زائرین کے لئے دوسری طرف سے دروازہ کھولا جارہا ہے، دل مچل اٹھا، آج ضرور کرم ہوگا، رش اتنا کہ حاضری ناممکن سی معلوم ہوتی تھی، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر انتظامی امور بہتر ہوجائیں تو بہت زیادہ بہتری آسکتی ہے اور ہر شخص باآسانی موقع حاصل کرسکتا ہے، بہر حال ان آخری لمحات میں ہماری حاضری لکھی تھی تو قدم بوسی کا شرف مل گیا، آخری سلامی کی، دعائیں اور التجائیں زبانوں پر جاری رہیں یوں ہم سب پر سوز لمحات کی یادیں لیے اپنی ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔

<u>۱۲ ربیع الآخر، ۳۰ دسمبر ۲۰۱۷، بروز ہفتہ</u>

نمازِ صبح کے بعد ناشتہ تناول کیا اور بغداد شریف کی پر کیف بہاروں سے رخصت ہونے لگے، ہمارا رخ سر زمین کربلا کی طرف تھا، لیکن براستہ مسیب جانا تھا، ہم بس میں روانہ ہوئے، شان اہل بیت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے سفر طے کر رہے تھے۔

مسیب:

یہ شہر بغداد شریف سے ٦٠ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے، مسیب میں امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دو شہزادوں کا مرقدِ انور زیارت گاہ ہے، ہم مسیب میں داخل ہو کر ان شہزادوں کے مزار شریف پہنچے، مزار شریف کے باہر فقیر نے شہزادگان کا تعارف اور ان کے ساتھ ہونے والے ظلم کو بیان کیا، اس وقت ہمارے ساتھ سید محمد قادری صاحب بھی موجود تھے، آپ کا لکھا ہوا ایک کلام جسے میرا ریکارڈ شدہ کلام ہے "یا ربنا ارحم لنا" اس کا ایک شعر وہاں پڑھنے کی سعادت حاصل کی، وقت ظہر ہو چکا تھا اس لیے یہیں نماز ظہر بھی ادا کرلی۔

طفلان مسلم رحمۃ اللہ علیہما:

طفلان مسلم سے مراد حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے محمد اور ابراہیم رضی اللہ عنہما ہیں، واقعۂ کربلا سے کچھ عرصہ پہلے جب کوفہ کے لوگوں نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو خطوط بھیج کر کوفہ آنے کی دعوت دی تو انہوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ روانہ کیا، جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے کا حکم دیا تو اس وقت وہ مکہ میں تھے، وہاں سے وہ مدینہ گئے جہاں انہوں نے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی پھر اپنے دو بیٹوں محمد اور ابراہیم رضی اللہ عنہما جن کی عمریں سات اور آٹھ سال کی تھیں، کو لے کر کوفہ چلے گئے، کوفہ میں انہوں نے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر پر قیام کیا، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ابن زیاد کے حکم سے ان کے دونوں کم سن بچوں کو جو قاضی شُریح کے گھر میں مقیم تھے، شہید کر دیا گیا، قاضی شُریح نے کوشش کی کہ بچوں کو خفیہ طور پر مدینہ پہنچا دیا جائے مگر کامیابی نہ ہو سکی کیونکہ شہر کے تمام دروازے بند کر کے راستوں پر

پہرہ بٹھادیا گیا تھا اور پھر ان بچوں کے بھی سر کاٹ کر شہید کر دیا گیا۔

مزار شریف حضرت عون بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

مسیب سے ہم حضرت عون بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر پہنچے جو کربلا معلی سے کچھ فاصلہ پر ہے، مشہور یہ ہے کہ یہ امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھانجے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دو فرزند عون و محمد رضی اللہ عنہما جنہوں نے معرکہ کربلا میں جام شہادت نوش کیا تھا، ان میں سے حضرت عون رضی اللہ عنہ کا مزار ہے لیکن یہ مستند روایت نہیں ہے، بعض کا کہنا یہ ہے کہ یہ حضرت عون بن عبد اللہ بن مرعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اہل بیت سے ہیں انکا مزار ہے، وہ کربلا میں رہتے تھے لیکن ان کا وصال یہاں ہوا ہے، و اللہ تعالی اعلم

مزار شریف حضرت حر بن یزید رضی اللہ عنہ

کربلا معلی سے کچھ ہی فاصلہ پر حضرت حر بن یزید ریاحی رضی اللہ عنہ کا مزار شریف ہے، ہم نے حاضری دی، فاتحہ خوانی کی، آپ کا نام حر بن یزید ہے، شہیدان کربلا سے ہیں، واقعہ کربلا سے پہلے ایک سپہ سالار کی حیثیت سے ابن زیاد کی جانب سے کاروانِ اہلبیت کو کوفہ آنے سے روکنے کی ذمہ داری سپرد کی گئی، لہذا آپ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر کے ساتھ عازم سفر ہوئے، اور اشراف میں کاروانِ اہلبیت کے مقابل ہوئے اور اسے کوفہ کی طرف بڑھنے سے روکا، پھر ساتھ ساتھ رہے حتی کہ عاشورا کے روز حضرت حر بن یزید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ کوفیوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں تو لشکر کو چھوڑ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مل گئے اور انکی معیت میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

کربلا معلی:

معرکہ کربلا کے وقت یہ ایک میدان تھا، آج ایک پر رونق شہر بن چکا ہے، اس پورے علاقہ کو "طف" کہا جاتا تھا، کربل نام ہے ایک خاص قسم کے پودے کا جو اس میدان میں بکثرت پایا جاتا تھا، اس لیے اس کا نام کربلا پڑ گیا تھا، یہ بغداد سے ۱۰۰ کلو میٹر جنوب مغرب کی طرف واقع ہے، ہمارا قافلہ عصر کے وقت شہر کربلا میں داخل ہوا، زاد سفر بس ہی میں رہنے دیا کہ رات ہمیں نجف اشرف روانہ ہونا تھا، نماز عصر اور کچھ دیر بعد نماز مغرب ادا کی۔

چونکہ دن ہمارا سفر میں گزرا، تھکن سے جسم نڈھال تھا لہذا گروپ کی ترتیب کچھ اپنے جدول سے متاثر ہوئی، مغرب کے بعد ہم نے امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا تھا، لیکن دیگر ساتھیوں کی طرح فقیر بھی موسم کے زیر اثر آگیا اور یوں دیئے گئے وقت پر لابی میں حاضر نہ ہو سکا، جب تاخیر سے حاضر ہوا تو ایک بزرگ جو ہمارے قافلے کی رونق تھے ان کے چہرے سے ناراضگی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، میں نے تاخیر کے لیے معذرت چاہی لیکن وہ اس پر مطمئن نہ ہوئے اور ان کا اصرار تھا کہ آپ کو سب سے اجتماعی معافی مانگنی ہوگی، بہر کیف حامی بھر لی، یہ پہلا موقع تھا پورے سفر میں جو بے چینی کا باعث بن رہا تھا اور پھر یہ ہمارے سفر کا آخری دن بھی تھا۔

ہم مناقب پڑھتے جلوس کی شکل میں روانہ ہوئے اور حرمِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور حرم سیدنا عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے درمیان صحن میں پہنچے، وہاں کھڑے کھڑے میں نے صاحبان مزار کی سیرت بیان کی اور مناقب کے نذرانے پیش کیے، اس کے بعد اعلان کیا کہ عشاء کی جماعت میں سارے شامل ہوں قافلے والوں سے بہت اہم باتیں کرنی ہیں۔

مزار شریف سیدنا امام حسین اور سیدنا عباس علمدار رضی اللہ عنہما

ہم نے سیدنا عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے دربار کے باہر کی طرف نمازِ عشاء ادا کی، فرض کے بعد میں نے اس سفر کے حوالے سے رسمی گفتگو کی حقوق العباد کے معاملات بتاتے ہوئے میں نے اپنی غلطیوں بالخصوص آج کے معاملے پر تمام زائرین قافلہ سے معافی مانگی، ساتھ میں سفر کی مشکلات کا ذکر احادیث طیبہ کی روشنی میں بیان کیا، جذبات کا جب اظہار لفظوں میں ہونے لگا تو پورے مجمع پر ایک کیفیت طاری تھی کیونکہ ہمارے سفر کا زیارات کے اعتبار سے یہ آخری اجتماع تھا، کئی لوگ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکے، میں نے یہ بھی ذکر کیا کہ سفر بندے کو نہ صرف جینے کا سلیقہ سکھاتا ہے بلکہ ساتھی کی پہچان بھی کرواتا ہے، دعا سے پہلے ہی ایک دوسرے کو معاف کرنے کی تلقین کی، وہ بزرگ جنہوں نے وقتی طور پر ناراضگی کا اظہار کیا تھا، ویل چیئر پر ہونے کے باوجود مجھ سے کھڑے ہو کر ملنے آئے، ہر کوئی معانقہ و مصافحہ میں مشغول ہوا، وہ منظر بہت شیر و شکر ماحول پیش کر رہا تھا، الحمد للہ

پھر ہم نے سیدنا عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دی اور پھر امام عالی مقام، سید السادات، لختِ جگرِ بتول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے، دعائیں اور التجائیں کیں، کہ پروردگار ان بزرگوں کے صدقہ منگتوں کی جھولیاں بھرتا ہے۔

سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ

آپ کا نام حسین، کنیت ابو عبد اللہ اور ریحانۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سبط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے القاب ہیں، آپ کے والد امیر المؤمنین علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور والدہ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں، آپ کی ولادت ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو مدینۃ المنورہ میں ہوئی، آپ

سینہ سے لے کر پاؤں تک مشابہ بہ جسم رسول پاک ﷺ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالیٰ اس شخص کو محبوب رکھتا ہے، جو حسین سے محبت رکھے، حسین (میری) اولاد میں سے ایک فرزند ہے۔ (جامع ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ میں اس حسین سے محبت کرتا ہوں، تو بھی حسین سے محبت فرما۔ (مسند احمد)

علم و عمل، زہد و تقویٰ، جود و سخا، شجاعت و قوت، اخلاق و مروّت، صبر و شکر، حلم و حیا وغیرہ صفات کمال میں بوجہ اکمل اور مہمان نوازی، غرباء پروری اعانتِ مظلوم، صلۂ رحم، محبتِ فقراء و مساکین میں شہرہ آفاق تھے، آپ اتنے باجمال تھے کہ جب تاریکی میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی اور رخساروں کی روشنی سے راستے منور ہو جاتے تھے۔

آپ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی، شیر خوارگی کے ایام میں حضور اقدس نبی کریم ﷺ نے آپ کی شہادت کی خبر دی، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا: "مجھے جبریل علیہ السلام نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ زمینِ طفّ (کربلا) میں قتل کیا جائے گا اور جبریل علیہ السلام میرے پاس یہ مٹی لائے، انہوں نے عرض کیا کہ یہ (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کی خوابگاہ (مقتل) کی خاک ہے۔" (طبرانی)

سن ۶۰ ھجری میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید پلید تخت نشیں ہوا اور اس نے آپ سے اپنی بیعت کا مطالبہ کیا، آپ نے فاسق و فاجر شخص کی بیعت سے انکار کر دیا اور مکۃ المکرمہ تشریف لے گئے، جہاں کوفیوں کے خطوط کثرت سے آنے لگے، کہ آپ

کوفہ تشریف لے آئیں، ہم آپ کی بیعت کریں گے، جب خطوط کی تعداد بہت بڑھ گئی تو آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا، جنہوں نے آپ کو حالات ساز گار ہونے کی خبر دی تو آپ نے کوفہ کا قصد کیا، وہاں یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا دیا جس نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور آپ کے شہزادگان کو شہید کروا دیا، امام عالی مقام کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے، بہر حال تقدیر ایزدی آپ کو میدان کربلا لے آئی جس نے آپ کی آخری آرام گاہ بننا تھا، وہاں یزیدی لشکر بھی پہنچ گیا پھر چشم فلک نے ۱۰ محرم الحرام بروز جمعہ کو وہ منظر بھی دیکھا، کہ آپ، آپ کے شہزادگان اور آپ کے رفقاء کو آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں نے بے دردی سے شہید کر دیا۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سیدنا عباس علمدار رضی اللہ عنہ

آپ خلیفۃ المسلمین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، آپ کی والدہ کا نام فاطمہ ام البنین تھا، جن کا تعلق عرب کے ایک مشہور و معروف اور بہادر قبیلے بنی کلاب سے تھا، آپ اپنی بہادری اور شیر دلی کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے، اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی وفاداری واقعہ کربلا کے بعد ایک ضرب المثل بن گئی، آپ کی ولادت ۴ چار شعبان المعظم ۲۶ھ کو ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عظیم الشان بچے کا نام عباس رکھا اور آپ کی تربیت و پرورش کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ نے جنگی علوم، معنوی کمالات، مروجہ اسلامی علوم و معارف حاصل کئے، ۱۴ سال کی معمولی عمر میں آپ ثانی حیدر کہلانے لگے، آپ بچوں کی سرپرستی، کمزوروں

اور لاچاروں کی خبر گیری، تلوار بازی اور مناجات و عبادت سے خاص شغف رکھتے تھے، معرکہ کربلا کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۳۴ سال تھی، امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آپ کو لشکر کا علمبر دار قرار دیا تھا، اِسی وجہ سے آپ کا ایک لقب علمدارِ کربلا بھی مشہور ہے، لشکرِ یزید کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ تھی مگر آپ کی ہیبت و دہشت لشکر ابن زیاد پر چھائی ہوئی تھی۔

۱۰ محرم الحرام کو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آپ کو پیاسے بچوں کے لئے پانی لانے کا حکم دیا مگر ان کو صرف نیزہ اور علم ساتھ رکھنے کا حکم دیا، اس کوشش میں انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ کٹوا دیئے اور شہادت پائی، اس دوران ان کو پانی پینے کا بھی موقع ملا مگر تین دن کے بھوکے پیاسے شیر نے گوارا نہیں کیا کہ وہ تو پانی پی لیں اور خاندانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پیاسا رہے، پھر مقابلہ کرتے ہوئے آپ نے جام شہادت نوش کیا، شہادت کے بعد جیسے باقی شہداء کے ساتھ سلوک ہوا ویسا ہی آپ کے ساتھ بھی ہوا۔

مزار شریف حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے دربار شریف میں حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کہا جاتا ہے کہ آپ کوفہ میں رہتے تھے، معرکہ کربلا کے وقت آپ کی عمر شریف ۷۵ برس تھی، آپ شہدائے کربلا سے ہیں، معرکہ کربلا کے وقت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے قوم اشقیاء کو جنگ بند کرنے کا کہا تو حصین بن تمیم نے گستاخی کی اور کہا، "تمہاری نماز مقبول نہیں" آپ نے جواباً کہا "تمہاری نماز مقبول نہیں، کیا تیرا زعم ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے انصار کی نماز مقبول نہیں ہے؟ تو نشے میں ہے۔" اس پر پھر جنگ چھڑ گئی، آپ سخت زخمی ہوگئے، پھر آپ کو شہید کر دیا، امام عالی مقام رضی اللہ عنہ قریب آئے اور فرمایا "

اے حبیب آپ ایسے فاضل تھے جو ایک رات میں پورا قرآن تلاوت کر لیا کرتے تھے۔"

دیگر مقامات

مزار شریف حضرت ابراہیم مجاب رضی اللہ عنہ: حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے قریب ہی آپ کا مزار شریف ہے، آپ سیدنا امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ ہیں۔

گنج شہیداں: حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے سامنے گنج شہیداں ہے جہاں دیگر شہدائے کربلا کے مزارات ہیں۔

قتل گاہ امام حسین رضی اللہ عنہ: حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے باہر وہ مقام ہے جہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔

نہر فرات: روضۂ امام حسین رضی اللہ عنہ سے تقریبا دو کلو میٹر کے فاصلہ پر یہ وہی نہر ہے جس کا ذکر کربلا کے واقعات میں ملتا ہے، اسے نہر علقمہ بھی کہتے ہیں، یہ دریائے فرات سے نکلتی ہے اور کربلا سے گزرتی ہے۔

مقام کفِ عباس رضی اللہ عنہ: روضہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے باہر بازار کے وسط میں وہ مقام ہے جہاں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا بایاں بازو شہید ہوا تھا۔

خیمہ گاہِ اہل بیت: روضہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے جنوب کی جانب وہ مقام ہے جہاں معرکہ کربلا کے وقت خیمے نصب کیے گئے۔

ان مقامات پر حاضری کے بعد ہم ٹولیوں کی صورت میں ہوٹل واپس آئے کہ اگلی صبح سے پہلے ہمیں نجف ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہونا تھا۔

۱۳ ربیع الآخر، ۳۱ دسمبر ۲۰۱۷، بروز اتوار

اختتام سفر

فجر سے پہلے تقریباً رات ۴ بجے نجف اشرف کے ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوئے، نماز فجر ایئر پورٹ پر ادا کی ناشتہ کیا، وقت مقررہ پر ہم ہوائی جہاز میں بیٹھے، ہوائی جہاز نے پرواز بھری اور ہم نے ملکِ عراق کو خیر آباد کہا، یہ دن مکمل سفر میں گزرا، فقیر نے اس وقت خوب آرام کیا، میرے شاگردوں نے میرے سامان کی دیکھ بھال اور معاملات کو سنبھالا، دبئی ایئر پورٹ پر ہمارا وقوف ہوا، پھر اپنے پیارے وطن پاکستان کا رخ کیا۔

جب کراچی پہنچے تو رات ۱۲ بج چکے تھے اور 2018 کا آغاز ہو گیا تھا، یوں ہمارا 2017 میں شروع ہونے والا سفر 2018 میں مکمل ہوا، تمام زائرین ایک دوسرے سے مصافہ و معانقہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے، یوں بڑی محبتوں کے ساتھ ہمارا یہ یادگار سفر اپنے اختتام کو پہنچا، جتنا وقت ہمیں ایئر پورٹ پر ملا میں نے ساتھیوں کو ایک دوسرے سے اسی دعا کا تبادلہ کرتے دیکھا کہ

"اللہ پاک ہمیں بار بار اسی طرح ان مقدس مقامات کی حاضری کا شرف عطا فرمائے"

آمین بجاہ سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حافظ محمد بلال قادری

حضور امین ملت امین میاں برکاتی دامت برکاتہم العالیہ
کی تحریر حافظ بلال قادری کے بارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادر سنت حاجی بلال سلمہ کی نعت
خوانی زبان کے ساتھ دل و دماغ سے
بھی ہوتی ہے۔
اللہ تعالیٰ مزید توانائی عطا فرمائے

سید محمد امین
۹- ربیع الآخر ۱۴۳۹
27-12-17
منزل بغداد مقدس
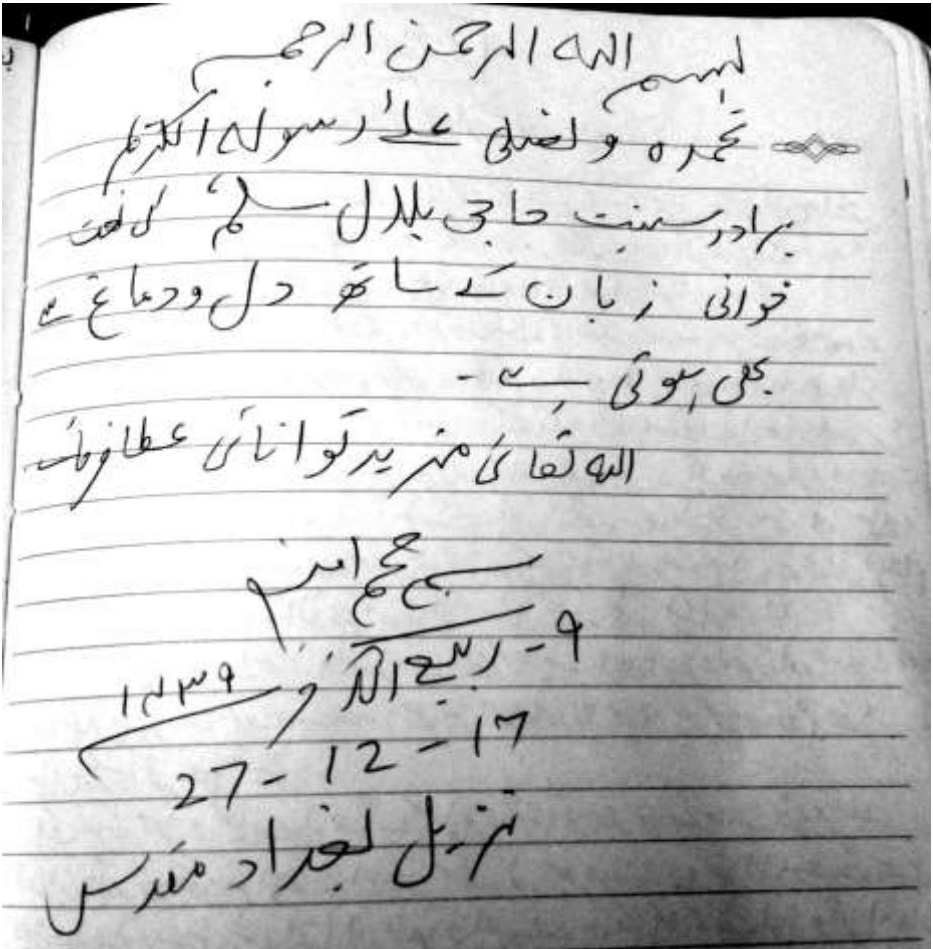
برائے ایصال ثواب

پیر طریقت رہبر شریعت مردِ مومن مردِ حق حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی نوری رحمۃ اللہ علیہ	
مرحوم حاجی حسن ولی محمد پیروانی قادری	
مرحوم ولی محمد عبد الشکور پیروانی	مرحومہ رابعہ زوجہ ولی محمد پیروانی
مرحوم حاجی ابو بکر ولی محمد پیروانی قادری	مرحوم عبد الغفار علی محمد پیروانی قادری
مرحومہ حلیمہ بائی	مرحوم عبد القادر ولی محمد پیروانی قادری
مرحومہ حسینہ بائی	مرحومہ مریم بائی
مرحوم نور محمد اسحاق	مرحوم محمد سلیم رضا عبد الغفار پیروانی قادری
مرحومہ حاجیانی خدیجہ بائی	مرحوم حاجی احمد ابراہیم
دیگر آباء واجداد اور کل امت مسلمہ	

حضرت علامہ حافظ بلال قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کے ہونے والے تمام پروگرام کی تفصیل

محفل درود وسلام	محفل ختم قادریہ ودرسِ قرآن	قصیدہ بردہ شریف
ہر شبِ جمعہ بعد نمازِ عشاء فوراً	ہر انگریزی ماہ کا دوسرا اتوار بعد عشاء	بعد نمازِ عشاء ہر انگریزی ماہ کا پہلا اور تیسرا ہفتہ
بخاری مسجد کھارادر کراچی	فیضانِ اولیاء مسجد سنگم گراؤنڈ فیڈرل بی ایریا	جامع مسجد عیدگاہ جامع کلاتھ مارکیٹ نزد عالم شاہ بخاری مزار

محفل ختم قادریہ	محفل ختم قادریہ ودرسِ قرآن	محفل ختم قادریہ ودرسِ قرآن
ہر اتوار عصر تا مغرب	دوپہر 3 بجے ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات	ہر اسلامی ماہ کی گیارہویں شب بعد نمازِ عشاء
جامع مسجد امیر حمزہ ناظم آباد گولیمار چورنگی	فیضانِ آلِ برکات مسجد Al-Najeebi Bazaar الیکٹرونک مارکیٹ صدر 8th Floor	جامع مسجد بہار کنز الایمان قادری چوک گارڈن ایسٹ

اسکے علاوہ مختلف مساجد میں خطابت وامامت ہوتی ہے

کھارادر	جمشید روڈ	ناظم آباد	صدر	کلفٹن
بخاری مسجد	گیگا مسجد	شاہی مسجد	فیضانِ آلِ برکات	فیضانِ بسم اللہ

علامہ صاحب کا تمام آڈیو Data، نیٹ کے علاوہ میموری کارڈ میں بھی دستیاب ہے رابطہ: حسان قادری 0321-2709219

Hafiz Bilal Sahab

YouTube Allama Hafiz Bilal Qadri